اسلامیات

9

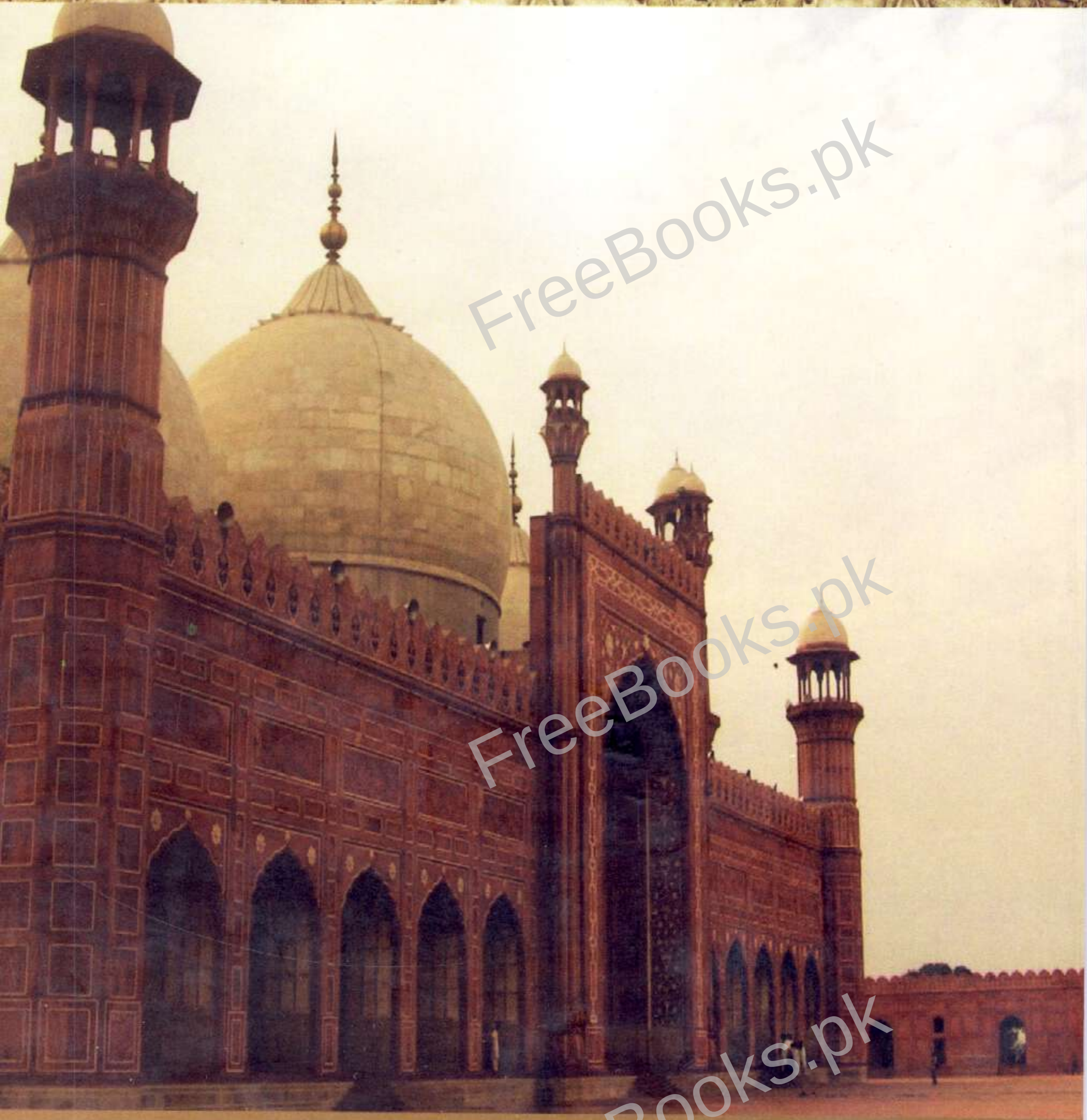

وزیراعلیٰ پنجاب کا پروگرام برائے تعلیمی اصلاحات

FreeBooks.pk

جملہ حقوق بحق پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔

منظور کردہ: کیپیٹل ایڈمنسٹریشن اینڈ ڈویلپمنٹ ڈویژن (شعبہ نصاب سازی) اسلام آباد، پاکستان۔
بمطابق قومی نصاب 2006 اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریلز پالیسی 2007
مراسلہ نمبر: F. 1-4/2011-AEA (Langs) مورخہ: 23-01-2012

فہرست

باب اوّل: القرآن الکریم	**1**
(الف) قرآن مجید: تعارف اور فضائل	1
(ب) منتخب آیات کا ترجمہ وتشریح	9
باب دوم: الحدیث	**25**
حدیث وسُنّت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات	25
باب سوم: موضوعاتی مطالعہ	**34**
(الف) ایمانیات اور عبادات	34
(ب) سیرتِ طیبہ / اسوۂ حسنہ	50
(ج) اَخلاق وآداب	68
باب چہارم: ہدایت کے سرچشمے	**82**
1- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	82
2- حضرت ابوعبیدہ بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	89

مصنّفین
- ڈاکٹر سیّد شاہد علی نورانی
- محمد نواز خان
- محمد نواز شیخ

نظرثانی
- پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل
- مسز عفت خالد
- مسز نوشابہ کھوکھر
- ڈاکٹر ٹی ایم قریشی
- ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ
- شمس الدین مینگریو
- مسز ثمرہ منیر

	تاریخ اشاعت	تعداد
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور کاروان انٹر پرائزز، لاہور	جنوری 2012ء	738,829

باب اوّل

القرآن الکریم

(الف) قرآن مجید: تعارف اور فضائل

قرآن مجید کا تعارف:

قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے آخری رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر نازل فرمایا۔ یہ قیامت تک تمام انسانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہے۔

قرآن مجید کے بہت سے نام ہیں مثلاً القرآن، الفرقان، الکتاب، الذِّکر اور التنزیل۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور نام "قرآن مجید" ہے۔ قرآن مجید میں "لفظِ قرآن" بار بار استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید کا لُغوی و اصطلاحی معنی:

قرآن، قرأۃ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے "پڑھنا"۔ قرآن مجید بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت دنیا کی تمام کتابوں سے زیادہ کی جاتی ہے۔

اسلامی شریعت کی اصطلاح میں قرآن مجید سے مراد وہ مقدس الہامی کتاب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے آخری رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر نازل فرمائی۔ لفظِ وحی کے لغوی معنی "اشارہ کرنے" اور "خفیہ طریقے" سے بات کرنے کے ہیں۔ شریعت کی رُو سے وحی سے مراد وہ غیبی طریقہ ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ جو عام طور پر جبرائیل امین کے ذریعے سے نبیوں کو پہنچایا جاتا ہے۔

نزولِ قرآن مجید:

قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح یک وقت نازل نہیں ہوا، بلکہ ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ قرآن مجید کا نزول قریباً تئیس سال میں مکمل ہوا۔

نزولِ وحی کی ابتدا غارِ حرا سے ہوئی، جہاں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر ہوئے اور سورۂ علق کی یہ ابتدائی پانچ آیات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچائیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق: 1-5)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھیے اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ (اور) انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اُسے علم نہ تھا۔

یہی آیات قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی ہیں۔

اس کے بعد قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ سب سے آخر میں سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ......

(سورۃ المائدۃ: 3)

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

قرآن مجید ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت "البقرہ" ہے اور سب سے چھوٹی سورت "الکوثر" ہے۔ قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ کو "پارہ" کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں۔ یہ منزلیں اس لیے مقرر کی گئی ہیں کہ جو لوگ ایک ہفتہ میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہیں، ان کے لیے آسانی رہے۔

مکی اور مدنی سورتیں:

مکی سورتیں وہ ہیں جو ہجرتِ مدینہ منورہ سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی سورتیں وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ نزولِ قرآن مجید کا مکی دور قریباً تیرہ سال ہے اور مکی سورتوں کی تعداد 86 ہے۔ نزولِ قرآن مجید کا مدنی دور قریباً دس سال ہے۔ اور اس میں نازل ہونے والی سورتوں کی تعداد 28 ہے۔

مکی سورتوں کی چند خصوصیات:

1۔ مکی سورتیں عموماً چھوٹی ہیں۔
2۔ "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ" سے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔
3۔ وہ سورتیں جن میں آیاتِ سجدہ ہیں، وہ اکثر مکی ہیں۔
4۔ بنیادی عقائد جیسے توحید، رسالت اور آخرت ان سورتوں کے اہم مضامین ہیں۔
5۔ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

6۔ کفار و مشرکین کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اور اہلِ ایمان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

7۔ سابقہ نبیوں اور رسولوں کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

مدنی سورتوں کی چند خصوصیات:

1۔ مدنی سورتیں عموماً طویل ہیں۔

2۔ "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے خطاب کیا گیا ہے۔

3۔ عبادات مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر ہے۔

4۔ معاشرتی، معاشی اور سیاسی اصول و قوانین بیان ہوئے ہیں۔

5۔ خاندانی نظام کے مسائل مثلاً نکاح، طلاق اور وراثت کے احکام بیان ہوئے ہیں۔

6۔ تجارتی لین دین کے اصول و ضوابط بیان ہوئے ہیں۔

7۔ جہاد اور غزوات کی تعلیم دی گئی ہے۔

فضائلِ قرآن مجید:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ تمام کلاموں سے افضل ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

......فَضْلُ کَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2935)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت دوسرے سارے کلاموں پر ایسی ہی ہے، جیسی فضیلت خالق کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی مثال نہیں، اسی طرح اس کے کلام کی بھی کوئی مثال نہیں ہے۔ عرب جنہیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔ وہ بھی اس کلام کو سن کر عش عش کر اٹھے اور اس جیسی ایک آیت بھی نہ لا سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝ (سورۃ بنی اسرائیل: 88)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر جمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں، تو اس جیسا نہ لا سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کا کلام بھی ہر طرح کے عیوب سے پاک ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ ...... (سورۃ البقرۃ: 2)

ترجمہ: "یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں۔"

قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا منبع ہے۔ یہ علم و حکمت کی کتاب ہے۔ انسان کی اصلاح کے لیے اس میں ایسے رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں، جن پر عمل کر کے دور جاہلیت کے عرب، دنیا کے راہنما بن گئے اور انہوں نے قرآنِ مجید کی تعلیمات کے ذریعے پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا۔

نزولِ قرآن مجید سے پہلے انسانیت جہالت کے اندھیروں کی لپیٹ میں تھی، کہ قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوا اور انسانیت اندھیروں سے نکل کر علم کے نور سے منور ہوئی اور اس کی روشنی میں راہِ ہدایت پائی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی اس عظمت کو یوں بیان فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(سورۃ المائدۃ: 15-16)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب (قرآن مجید) آچکی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

نزولِ قرآن مجید سے قبل انسانیت طرح طرح کی اعتقادی، اخلاقی اور معاشرتی بے اعتدالیوں اور بیماریوں میں مبتلا تھی اور کسی کے پاس ان بیماریوں سے نجات کا نسخہ موجود نہیں تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے نسخۂ شفا یعنی قرآن مجید نازل فرمایا۔ جس کسی نے اس پر عمل کیا اس نے ان بیماریوں سے نجات پائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ یونس: 57)

ترجمہ: لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔

قرآن مجید کا اندازِ بیان نہایت سادہ، دلچسپ اور شیریں ہے۔ اس نے اپنے احکام اور پیغام کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے جو پوری انسانیت کو قیامت تک کے لیے سامانِ ہدایت فراہم کرتا ہے۔ نزولِ قرآن مجید کو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن یہ کتابِ ہدایت ہر قسم کے ردّ و بدل سے محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ الحجر: 9)

ترجمہ: "بیشک یہ نصیحت (کتاب) ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔"

چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اس لیے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریف (ردّ و بدل) سے محفوظ ہو گیا ہے۔ جبکہ دوسری آسمانی کتابوں میں بڑی حد تک ردّ و بدل ہو چکا ہے۔ ان کا بہت سا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اب یہ کتابیں کہیں بھی اپنی اصلی نازل شدہ زبان اور اصلی شکل میں دستیاب نہیں، جبکہ قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں اب بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مختلف مواقع پر قرآن مجید کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اُن لوگوں کو بہترین لوگ قرار دیا ہے، جو قرآن مجید کو خود بھی سیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد پاک ہے۔

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُراٰنَ وَعَلَّمَهٗ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 5027)

ترجمہ: تم میں بہترین شخص وہ ہے، جس نے قرآن مجید سیکھا اور اُسے (دوسروں کو) سکھایا۔

اس حدیث مبارکہ سے قرآن پاک کی فضیلت، اس کے پڑھنے والے کی سعادت اور اسے پڑھانے والے کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید کی مشغولیت نے میرا ذکر کرنے اور دعا مانگنے کی فرصت نہ دی ہو، میں اسے دعا مانگنے والوں سے بڑھ کر نعمتیں عطا کروں گا۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2935)

ایک اور حدیث مبارکہ میں عالمِ قرآن مجید کا درجہ یوں بیان ہوا ہے۔

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ...... (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 1806)

ترجمہ: ”قرآن مجید میں مہارت رکھنے والا، صاحبِ عزت (اور) نیک لکھنے والے (فرشتوں) کے ساتھ ہے۔“

قرآن مجید میں مہارت رکھنے والے کو فرشتوں کا ساتھی کہنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کا عالم اللہ تعالیٰ کی نظر میں اعلیٰ درجے کا نیک، دیانت دار اور قابلِ عزت شخص ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے ”قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن وہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔“ (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 1871)

فضائلِ تلاوت:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے قرآن مجید کی تلاوت کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا جائے، تو پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ تعالیٰ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے اس کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ "الٓمٓ" ایک حرف ہے، بلکہ "الف" ایک حرف "لام" ایک حرف اور "میم" ایک حرف ہے۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2919)

جس گھر میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے گھر والوں پر سایہ کر لیتے ہیں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ایک اور ارشاد ہے:

اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ.

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2928)

ترجمہ: بلند آواز سے تلاوت قرآن مجید کرنے والا ظاہر کر کے صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ آواز میں تلاوت قرآن مجید کرنے والا چھپا کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔

الغرض قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بھی بہت ثواب ہے۔ اس پر عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں عزت و سرفرازی عطا فرماتا ہے۔ اس سے منہ پھیرنے والے ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ مسلمان جب تک قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، وہ دنیا میں غالب رہے۔ جب انہوں نے اس کی طرف سے غفلت برتی، تو وہ عزت و سربلندی سے محروم ہو گئے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن مجید کی تعلیم ہمیں غور و فکر کرنے اور عقل و شعور سے کام لینے کی دعوت دیتی ہے۔ مشاہدہ اور غور و فکر تمام علوم و فنون کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید قیامت تک کے تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات تفکّر و تدبُّر کی تاکید کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے سائنسی اور فکری عروج کے دور میں صرف قرآن مجید ہی انسانیت کی بہترین راہنمائی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝ (سورۃ محمد.24)

ترجمہ: بھلا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل پڑے ہیں۔

قرآن مجید نظریات کی تہذیب، عقائد کی اصلاح اور اعمال کی درستی کے ذریعے انقلاب برپا کرتا ہے۔ اس لیے تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اس کی آیات کا فہم و شعور بھی حاصل کیا جائے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآنی نظام نافذ کیا جائے اور زندگی کے عملی نمونوں کے ذریعے دنیا کو اسلام کا دائمی اور عالم گیر پیغام دیا جائے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ اس کو سمجھیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں کیونکہ قرآن مجید کا پڑھنا باعثِ ثواب، اس کا سمجھنا باعثِ ہدایت اور اس پر عمل کرنا باعثِ نجات ہے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- قرآن مجید کا تعارف کرائیں۔

II- قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں فضائلِ قرآن بیان کریں۔

III- نزولِ قرآن مجید پر نوٹ لکھیں۔

IV- مکی و مدنی سورتوں کی چند خصوصیات بیان کریں۔

V- فضائلِ تلاوتِ قرآن مجید بیان کریں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- قرآن مجید کے پانچ نام لکھیں۔

II- "قرآن" کس لفظ سے مُشتَق ہے؟

III- قرآن مجید کا لفظی معنی کیا ہے؟

IV- قرآن مجید کی اصطلاحی تعریف کریں۔

V- غارِ حرا میں وحی لانے والے فرشتے کا نام لکھیں؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- قرآن مجید کے نزول کی مدت کتنی ہے؟

(الف) 20 سال قریباً　(ب) 21 سال قریباً　(ج) 22 سال قریباً　(د) 23 سال قریباً

II- قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

(الف) 110 | (ب) 113 | (ج) 114 | (د) 115

III- قرآن مجید کی مکی سورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

(الف) 82 | (ب) 84 | (ج) 86 | (د) 88

IV- قرآن مجید کی مدنی سورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

(الف) 28 | (ب) 29 | (ج) 30 | (د) 31

V- قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے پر کتنی نیکیاں ملتی ہیں؟

(الف) 10 | (ب) 20 | (ج) 30 | (د) 40

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

I- قرآن مجید .... کا کلام ہے۔

II- قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت .... ہے۔

III- قرآن مجید کی .... منزلیں ہیں۔

IV- قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت .... ہے۔

V- الٓمٓ .... حروف پر مشتمل ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ فضائلِ قرآن مجید کے بارے میں تین احادیث مبارکہ کا متن اور ترجمہ چارٹ پر لکھ کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2- طلبہ پہلی وحی کی آیات مبارکہ مع ترجمہ اپنی اپنی کاپیوں میں خوش خط لکھیں اور زبانی یاد کر کے جماعت میں ایک دوسرے کو سنائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- آسمانی کتب میں قرآن مجید کو جو بلند مقام حاصل ہے، اُستاد صاحب اس سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

2- استاد صاحب چند طلبہ سے تلاوت قرآن مجید سنیں اور طلبہ کو صحیح تلفظ سے باقاعدہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ترغیب دیں۔

(ب) منتخب آیات کا ترجمہ وتشریح

(سورۃ البقرہ آیت 177)

1- لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر اُن) کی طرف منہ کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے، کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ تعالیٰ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے، رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں)۔ اور نماز پڑھیں، اور زکوٰۃ دیں، اور جب عہد کرلیں، تو اُسے پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکۂ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں، جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں، جو (اللہ تعالیٰ) سے ڈرنے والے ہیں۔

تشریح:

اس آیت کریمہ میں مَنْ اٰمَنَ سے لے کر وَالنَّبِیّٖنَ تک عقائدِ اسلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اٰتَی الْمَالَ سے لے کر اٰتَی الزَّکٰوۃَ تک اسلام کے نظامِ عبادات کے دو اہم ارکان نماز اور زکوٰۃ بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اسلام کی بیان کردہ اخلاقی اقدار کی وضاحت کی گئی ہے۔

آیت مبارکہ کے شروع میں واضح کیا گیا ہے کہ نیکی صرف اسی کا نام نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا جائے بلکہ نیکی خلوص کے ساتھ ایمان لانے اور عمل کرنے کا نام ہے۔ عقائد کی درستی کے بغیر کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں پر اور تمام نبیوں پر سچے دل سے ایمان لائے۔

اس کے بعد آیت مبارکہ میں مالی عبادات کے حوالے سے مالی امداد کے مستحقین کی نشاندہی کی گئی ہے:

1۔ ذَوِی الْقُرْبٰی (رشتے دار):

مالی عبادات یعنی صدقات اور خیرات کے سب سے زیادہ مستحق غریب رشتے دار ہیں۔ قرآن مجید نے یہاں سب سے پہلے انہیں کا ذکر کیا ہے۔

2۔ اَلْیَتٰمٰی (یتیم):

رشتہ داروں کے بعد مالی امداد کے حق دار یتیم ہیں۔ یتیم وہ ہوتا ہے، جس کے سر سے باپ کا سایہ بچپن ہی میں اٹھ گیا ہو۔ اسلام نے یتیموں کی کفالت کرنے اور ان کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔

3۔ اَلْمَسَاکِیْن (مسکین لوگ):

مسکین ایسا غریب شخص ہوتا ہے، جس کی اپنے وسائل سے بنیادی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں۔ وہ ہماری مالی مدد کا مستحق ہوتا ہے۔

4۔ اِبْنُ السَّبِیْلِ (مسافر):

بعض اوقات مسافر کو دورانِ سفر مالی امداد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لہٰذا اس کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ اپنے وطن میں امیر ہی کیوں نہ ہو۔

5۔ اَلسَّآئِلِیْن (سوال کرنے والے):

مالی امداد کے لیے جو ضرورت مند سوال کرتے ہیں۔ اُن کی امداد کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ان کی مدد کرنا باعثِ ثواب ہے اور ان کو سختی سے جواب دینے کی قرآن مجید میں ممانعت ہے۔

6۔فِی الرِّقَاب (گردنیں چھڑانے میں):

جب دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا، تو غلامی کا دور دورہ تھا۔ اسلام نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ غلامی کا سدِ باب ہو۔ اس مقصد کے لیے غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے مال خرچ کرنے کی تاکید فرمائی اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔ آیت مبارکہ میں "فی الرقاب" سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مالی امداد کے مستحقین کا ذکر کرنے کے بعد جسمانی اور مالی عبادات میں سے نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں عبادات میں سے جتنا ذکر نماز اور زکوٰۃ کا کیا گیا ہے کسی اور عبادت کا نہیں۔ اکثر مقامات پر ان دونوں کا اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ...... (سورۃ البقرۃ:43)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔

عبادات کے بعد اخلاق کا ذکر ہے۔ اَخلاق میں سے دو اہم باتوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایفائے عہد اور صبر۔ دونوں کا تعلق قول و عمل سے ہے۔ یعنی مسلمان قول اور عمل دونوں لحاظ سے بلند درجے پر فائز ہوں۔ ایفائے عہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل:34)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پُرسش ہوگی۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایفائے عہد کریں، کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص اپنا عہد پورا نہیں کرتا، وہ ایمان والا نہیں ہے۔ (کنز العُمّال، مسلسل حدیث نمبر 55003)

سورۃ البقرہ کی آیت 177 میں خاص طور پر تین مواقع پر صبر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اَلْبَاْسَاء (مالی تنگی)، اَلضَّرَّاء (بیماری) اور اَلْبَاْس (جنگ کی سختی)، ان مواقع پر صبر کرنا انتہائی فضیلت کا باعث ہے۔ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے مشکل حالات کا نہایت جوانمردی اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کرے۔ صبر کرنے والوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں مزید ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ (سورۃ الانفال:46)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے، کہ جو افراد صِدق دل سے اسلامی عقائد کو، پابندی کے ساتھ اسلامی عبادات کو اور خلوص کے ساتھ اخلاق کو اپنائیں گے وہی صحیح معنوں میں سچے ہیں اور ایسے ہی لوگ متقی کہلانے کے حق دار ہیں۔ جن کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح

اور کامیابی ہے۔ یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی جامع آیات مبارکہ میں سے ایک ہے۔ اسے آیتِ ''بِرّ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ آیت مبارکہ اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات (مالی و بدنی)، معاملات اور اخلاق بیان کرتی ہے۔ یہ آیت اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ جن پر عمل کر کے ہم سچے اور اچھے انسانوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہی متقی اور پرہیزگار انسانوں کی خصوصیات اور نشانیاں ہیں۔ یہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

(سورۃ النساء آیت 1)

2- يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ
نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدم علیہ السلام) اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے، جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، اور رشتہ داروں (کے بارے میں قطع تعلق سے بچو)۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو پیدا کیا اور تمام انسان ایک باپ (آدم علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور سب انسان عزت و توقیر میں برابر ہیں۔ کسی گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ اس لیے ہمیں آپس میں محبت و پیار سے رہنا چاہیے۔ اس آیت مبارکہ میں انسانی مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ انسانی مساوات کا مطلب یہ ہے کہ سب انسانوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں اور سب انسان یکساں محترم ہیں اور یہ مساوات زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو مرتبہ تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ اس سے تقویٰ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ پہلی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ تمہارا خالق ہے اور دوسری دفعہ تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ روز مرّہ زندگی میں تم اسی کے نام سے لین دین کرتے ہو۔ اسی کا واسطہ دے کر تم اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور اسی کے نام کی قسم اٹھا کر تم اپنے وعدہ کو پختہ کرتے ہو۔ جب اس کے نام کے بغیر تم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، تو پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ تم اس کی نافرمانی کرو؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے معاملات میں ہر وقت اس سے ڈرنا چاہیے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دانائی کی بنیاد خوفِ خدا پر ہے۔ (کنز العمّال، مسلسل حدیث نمبر 5873)

پس دانا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کو صلہ رحمی اور ان کے حقوق ادا نہ کرنے کو قطع رحمی کہتے ہیں۔ اس آیت میں صلہ رحمی کا حکم دیا گیا اور قطع رحمی سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسلام نے قریبی رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک کا بار بار حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ...... (سورۃ بنی اسرائیل: 26)

ترجمہ: ”اور رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔“

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى ...... (سورۃ النساء: 36)

ترجمہ: اور والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو، اس کے رزق میں فراخی ہو' اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔“ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 5985)

قطع رحمی کے حوالے سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مزید فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 5984)

ترجمہ: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اسلامی تعلیمات انسانی مساوات کا درس دیتی ہیں اور انسانوں کو صلہ رحمی کے ذریعہ باہم مربوط کرتی ہیں۔ جن میں رشتہ دار صلہ رحمی کے زیادہ حق دار ہیں۔

(سورۃ النساء آیت 2)

3- وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰٓى اَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِۖ وَلَا
تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا ○

ترجمہ: اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) اُن کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال سے ملا کر کھاؤ۔ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

تشریح:

دورِ جاہلیت میں یتیموں کے ساتھ محبت و رحم، ان کی دیکھ بھال اور پرورش کا معقول اہتمام نہ تھا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے۔ وہ اپنے باپ کی وراثت سے محروم رکھے جاتے۔ چچا یا بڑے بھائی سارے مال پر قبضہ کر لیتے اور یتیم کے بالغ ہونے پر بھی اس کا مال اسے واپس نہ کرتے' یا یتیم کے اعلیٰ نسل کے فربہ جانور خود رکھ لیتے اور گنتی پوری کرنے کے لیے اس کو کمزور اور بیمار جانور دے دیتے۔ تیسری صورت یہ ہوتی تھی کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں خلط ملط کر دیتے اور حفاظت کے بہانہ سے تمام مال آہستہ آہستہ ہڑپ کر جاتے۔ ان تمام صورتوں کو قرآن مجید میں بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

اسلام سے پہلے اس قابلِ رحم طبقہ کے ساتھ رحم و شفقت اور ان کی امداد اور پرورش کا ذکر بہت کم ملتا ہے' نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے، یتیموں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے رہے اور مکی آیات میں بھی یتیموں کے ساتھ محبت و شفقت کی طرف لوگوں کو بار بار متوجہ کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ان اخلاقی ہدایات نے قانون کی صورت اختیار کر لی اور سورۃ النساء میں ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ ہدایات دی گئیں۔

یتیموں سے حُسنِ سلوک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں دو ساتھ ساتھ والی انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔

(صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 7394)

نیز حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے، جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے بُرا گھر وہ ہے، جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔" (سنن ابن ماجہ، مسلسل حدیث نمبر 3679)

اسلام معاشرے کے کمزور طبقوں کی حفاظت کرتا ہے اور یتیموں کی پرورش اور نگہداشت کے خاص احکام عطا کرتا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ مسلم معاشرے میں یتیموں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا جاتا ہے۔

(سورۃ النساء آیت 3)

4- وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

ترجمہ: اور اگر تمھیں اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اُن کے سوا جو عورتیں تمھیں پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار، سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہیں کر سکو گے، تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

تشریح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یتیم بچیاں جو اپنے سرپرستوں کی نگرانی میں ہوا کرتی تھیں۔ ان کے سرپرست ان کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیتے اور باپ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے حقوق کا محافظ اور ان کے دکھ درد میں ان سے ہمدردی کرنے والا کوئی نہ ہوتا' اس لیے عام طور پر نہ تو ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کرتے وقت ان کو ان کی حیثیت کے مطابق مہر دیا جاتا اور نہ نکاح کے بعد ان کے حقوق ادا کیے جاتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ جب تمھیں خوف ہو کہ تم ان بے سہارا بچیوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکو گے تو ان کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے جو تمھیں پسند ہوں چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 4207، 4208)

انسانی معاشرے کا قیام مرد و زن کے جائز تعلقات سے عبارت ہے۔ جب نکاح کر کے مرد و زن رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ تو وہ دونوں نہ صرف اپنی طبعی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ بلکہ وہ نسل انسانی کو بھی پروان چڑھاتے ہیں۔

اسلام نے اس امر کی اجازت دی ہے کہ معروضی (خاص) حالات میں مسلمان مرد ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

-1 پہلی بیوی سے اولاد کا پیدا نہ ہونا۔

-2 پہلی بیوی کا اس قدر بیمار ہونا کہ وہ شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے۔

3- جنگ یا بیماری کی وجہ سے معاشرے میں مردوں کی تعداد کا کم ہو جانا۔

4- معاشرے کو بے راہ روی سے محفوظ کرنا۔

ایسے معروضی حالات میں اسلام مردوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صرف اجازت دیتا ہے۔ انہیں پابند نہیں بناتا، کہ وہ ہر حال میں ایک سے زیادہ شادیاں کریں۔ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت صرف اس لئے دی گئی ہے کہ مسلم معاشرے کے افراد کو جنسی بے راہ روی اور زنا کی قباحت سے محفوظ رکھا جا سکے۔

مزید برآں بوقت ضرورت ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والے مردوں کو سختی سے تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں کے مابین ہر طرح سے انصاف کریں۔ بیویوں اور ان کے بچوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے ان کے ساتھ عدل و انصاف پر مبنی مساوی سلوک کریں۔

''فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً '' آیت مبارکہ کا یہ حصہ مسلم مردوں کو اس امر کا پابند کرتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ پورا پورا انصاف کریں۔ سب بیویوں سے مساوی سلوک کریں۔ ہر ایک کے حقوق پورے کریں اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ مرد اپنی بیویوں سے انصاف نہ کر سکے گا تو اسے صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے خاص خاص حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ ورنہ عام حالات میں مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یتیم کی پرورش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یتیم بچیوں کی پرورش کا بڑا اہتمام کرتیں۔ اسلام نے مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ یتیموں کے اموال، مفادات اور معاملات کی دیکھ بھال کریں اور ان کے سرپرست کے طور پر ان کی شادی بیاہ کا بھی بندوبست کریں۔ کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو روز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا جواب دیں گے؟ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

ترجمہ: تم سب نگران ہو اور تم سے تمہاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 892)

(سورۃ النساء آیت 4)

5- وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ
مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○

ترجمہ: اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے ادا کر دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہارے لیے چھوڑ دیں، تو اسے ذوق و شوق سے کھا لو۔

تشریح:

اس آیتِ مبارکہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ بیویوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔ مہر بیوی کا ایک حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوہر پر فرض کیا گیا ہے۔ جس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ رہتی ہے۔ اگر شوہر مہر ادا کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا۔ اسلامی شریعت میں مہر کی کوئی رقم مقرر نہیں۔ نکاح کے وقت مہر کا تعین اور ادائیگی ضروری ہے۔ البتہ اگر بیویاں اپنا حق مہر اپنی خوشی سے شوہروں کو واپس کر دیں' تو اس کا کھانا اور استعمال کرنا شوہر کے لیے حلال ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو مہر بیوی کی مرضی کے بغیر معاف کروا لیا جائے، وہ معاف نہیں ہوتا۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں مہر کے بارے میں عورتوں پر اس طرح ظلم کیا جاتا تھا کہ مہر منکوحہ خاتون کو نہیں دیتے تھے، بلکہ اس کے سرپرست خود وصول کر لیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ لوگ مہر کو ایک قسم کا تاوان سمجھتے تھے۔ تیسرے یہ کہ بہت سے شوہر دباؤ ڈال کر بیویوں سے مہر معاف کرا لیتے تھے۔ اس آیت میں ان سب ناانصافیوں کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور شوہر پر مہر کی ادائیگی لازمی قرار دی گئی ہے۔

(سورۃ النساء آیت 5)

6- وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا
وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝

ترجمہ: اور بے عقلوں کو اُن کا مال، جسے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے سببِ معیشت بنایا ہے، مت دو (ہاں) اس میں سے اُنہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول باتیں کہتے رہو۔

تشریح:

اس آیتِ مبارکہ میں یتیم بچوں اور بچیوں کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ یتیموں کے مال ضائع ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے مال اس عمر میں ان کے سپرد کر دیے جائیں، جب وہ مال کے صحیح استعمال کو نہ سمجھتے ہوں اور مال کو نفع بخش کاروبار میں لگانے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ اس حالت میں یتیموں کے سرپرست اگر مال ان کے سپرد کر دیں گے' تو وہ اپنی نا سمجھی کی وجہ سے ضائع کر دیں گے۔ اور جب وہ جوان ہوں گے، تو مفلس بن چکے ہوں گے۔ اس لیے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اگر وہ باشعور نہیں، تو ان کا مال حفاظت سے اپنے پاس رکھو۔ اور ان کے کھانے پینے اور لباس کا انتظام کرتے رہو۔ ان کی نگرانی کرو۔ اور ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آؤ، تاکہ انہیں اطمینان رہے کہ یہ نگرانی ان کے فائدے کے لیے ہے۔ ذمہ داری سنبھالنے کے قابل ہو جانے کے بعد ان کی ہر چیز ان کے حوالے کر دو۔ جسے وہ اپنی مرضی سے استعمال کر سکیں۔

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ مال و دولت انسان کی بنیادی ضرورت ہے، مگر اسے ایسے نادان لوگوں کے اختیار میں نہیں دینا چاہیے، جو اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کریں۔ اسلام میں ہر انسان کو حقِ ملکیت حاصل ہے۔ تاہم اسلام نے مال و دولت کو خرچ کرنے کی حدود مقرر کر رکھی ہیں۔ جن سے تجاوز کرنا اِسراف شمار ہوتا ہے۔ جو ممنوع ہے۔

(سورۃ النساء آیت 6)

7- وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ
رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا
وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ
كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○

ترجمہ: اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو' پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے، (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ اور جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز رکھنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو، وہ مناسب طور پر (یعنی بقدر خدمت) کچھ لے لے۔ اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو، تو گواہ بنا لیا کرو۔ اور حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔

FreeBooks.pk

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 2 میں حکم دیا کہ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰىٓ اَمْوَالَهُمْ ......

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دے دو۔

اِس آیت مبارکہ میں مال کی واپسی اور مال واپس کرنے کی اُن شرائط کا ذکر ہے۔ جو یتیموں کا مال ان کے حوالے کرنے کے سلسلے میں سرپرستوں کو اختیار کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یتیموں کو جانچتے رہو، کہ معاملات کی سوجھ بوجھ ان کے اندر پیدا ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ جانچنے کے لیے دو باتوں کو مدِ نظر رکھنے کا حکم ہے:

1۔ بلوغ

2۔ رُشد

بلوغ سے مراد نکاح کی عمر ہے اور رُشد سے مراد مالی انتظام اور کاروبار کی سوجھ بوجھ ہے۔ یتیموں کی صلاحیت اور قابلیت کو آزمانے کا ایک تو یہ طریقہ ہے کہ ابتدا میں انہیں ان کے مال میں سے کچھ دو۔ اگر اس میں تصرف سے ان کی عقلمندی ظاہر ہو تو سارا مال ان کے سپرد کر دو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان سے وقتاً فوقتاً کاروبار اور نظم وضبط کے سلسلہ میں مشورہ طلب کیا جائے اور ان کی رائے لی جائے۔ اگر ان کی رائے میں پختگی پائی جائے، تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔

یتیم کے سرپرست کو یتیم کے مال سے بطور اجرت مال لینا چاہیے یا نہیں لینا چاہیے؟ اس کے متعلق اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر سرپرست غنی (مالدار) ہے تو اسے یتیم کے مال سے کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہیے۔ یتیم کی خدمت محض رضائے الٰہی کے لیے کرنی چاہیے اور اگر سرپرست تنگدست ہے، تو معاشرتی دستور کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دستور کے مطابق سے مراد یہ ہے کہ ذمہ داریوں کی نوعیت، جائیداد کی حیثیت، مقامی حالات اور سرپرست کے معیارِ زندگی کے اعتبار سے فائدہ اٹھانا، جس میں اسراف نہ ہو۔ بس مناسب طریقے سے یتیم کے مال سے اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کی اجازت ہے۔

آیت مبارکہ کے آخر میں ایک واضح حکم دیا گیا کہ جب مال یتیم کو واپس کرو تو چپکے چپکے، پوشیدہ طور پر واپس نہ کرو۔ بلکہ معتبر لوگوں کو گواہ بناؤ اور ان کی موجودگی میں ایک ایک چیز انھیں لوٹا دو۔ اس طرح کسی قسم کی غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور آئندہ کسی جھگڑے کا خدشہ بھی نہیں ہوگا۔ اور یاد رکھو کہ سارے معاملات کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی دینا ہے۔ اگر کسی قسم کی خیانت ہوئی، تو ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی کام پوشیدہ نہیں ہے۔

(سورۃ النساء آیت 7)

8- لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ○

ترجمہ: جو مال ماں باپ اور رشتہ دار مرنے پر چھوڑ جائیں (خواہ) تھوڑا ہو یا بہت، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے (اللہ تعالیٰ کے) مقرر کیے ہوئے ہیں۔

تشریح:

اس آیت مبارکہ میں اسلامی اَحکام وراثت بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں میراث کی تقسیم کا یہ طریقہ تھا کہ چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور بیویاں اپنے مرنے والے شوہروں کی وراثت سے یکسر محروم کر دی جاتی تھیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی تھی کہ جو شخص میدانِ جنگ میں لڑنے کے قابل نہیں، وہ وراثت پانے کا بھی حق دار نہیں۔ عرب کے علاوہ دوسرے خطوں میں بھی یہی رواج تھا۔ یتیموں اور عورتوں کا تو ذکر ہی کیا، بلکہ تمام کمزور ورثاء زور آور وارثوں کے رحم وکرم پر ہوتے تھے۔ ہندوستان میں بھی عورت وارث نہیں سمجھی جاتی تھی۔ یورپ میں صرف بڑا بیٹا وارث بنتا، جبکہ دوسرے بیٹے بھی وراثت سے محروم ہو جاتے۔ یہ حالت تھی جب قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس نے عورتوں کو مردوں کی طرح وارث قرار دیا۔ بڑے بیٹے کی تخصیص ختم کر کے سب بیٹوں کو اپنے مُتوفّی باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا۔ چھوٹی اور بڑی جائیدادوں میں ورثاء کو اپنے اپنے حصے کے مطابق حق دار تسلیم کیا۔ ہر وارث کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر چار احکام دیئے گئے ہیں۔

1۔ میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ عورتیں بھی اس کی حق دار ہیں۔

2۔ میراث ہر حالت میں تقسیم ہونی چاہیے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

3۔ وراثت کا قانون ہر قسم کی جائیداد پر لاگو ہوگا، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، زرعی ہو یا صنعتی یا کسی بھی قسم کا مال ہو۔

4۔ میراث کا حق اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب متوفی کوئی مال چھوڑ کر مرا ہو۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے مرد و زن کے حصے مقرر ہیں۔ جب بھی کوئی شخص فوت ہو، اور اس کی وراثت تقسیم ہو، تو ہر حق دار مرد و عورت کو اس کا مقررہ حصہ ملے گا۔ کوئی شخص یا معاشرہ کسی بھی حصہ دار کو وراثت کے حق اور حصہ سے محروم نہیں کر سکتا۔

(سورۃ النساء آیت 8)

9- وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ
فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝

ترجمہ: اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں، تو اُن کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے میّت کے وارثوں کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ متروکہ جائیداد کے وارث تو تم ہی ہو۔ لیکن اگر تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار، محلّہ کے یتیم بچے یا بستی کے غریب لوگ جمع ہو جائیں، تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ وراثت میں ان کا حق نہ ہونے کے باوجود بھی، قلبی وسعت سے کام لے کر اپنے حصے میں سے ان کو کچھ نہ کچھ دے دو اور ان کے ساتھ دل دکھانے والی باتیں نہ کرو۔

ترکہ کے حصے مقرر ہو جانے کے بعد قانونی حق دار تو وہی ہوں گے جو شریعت کی رو سے وارث قرار پاتے ہیں۔ لیکن صلہ رحمی اور انسانی ہمدردی کے عام حقوق پھر بھی باقی رہیں گے۔ چنانچہ وارثوں کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کسی کی وراثت تقسیم کرتے وقت کوئی رشتہ دار، یتیم اور مسکین موجود ہوں، تو ہر چند وراثت میں ان کا کوئی شرعی حق نہ ہو، تاہم وہ تُرش لب و لہجہ میں ان سے گفتگو نہ کریں، بلکہ انہیں کچھ نہ کچھ دے کر ان کی دل جوئی کی کوشش کریں۔

FreeBooks.pk

(سورۃ النساء آیت 9)

10- وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا	
خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○	

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور انہیں ان کی نسبت خوف ہو (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بے چاروں کا کیا حال ہوگا) پس چاہیے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور معقول بات کہیں۔

تشریح:

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ یہ بات بھولنی نہیں چاہیے کہ جس طرح دوسرے کے بچے یتیم ہوئے ہیں، اسی طرح ان کے بچے بھی یتیم ہو سکتے ہیں۔ پھر سوچیں کہ اگر یہ اپنے پیچھے یتیم بچے چھوڑ جاتے، تو ان کے دل میں ان سے متعلق کیا کچھ اندیشے پیدا ہوتے اور ان کے لیے کتنے فکر مند ہوتے! ۔اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور ان یتیموں کی تعلیم و تربیت اور ان کی تمام ضروریات کا اسی طرح خیال رکھنا چاہیے، جس طرح وہ اپنے بچوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔ جب یتیم بچوں سے بات چیت کی جائے، تو نہایت ہمدردانہ اور مشفقانہ انداز سے کی جائے اور خندہ پیشانی سے پیش آیا جائے اور (یتیموں سے) ایسی سچی اور صحیح بات کرنی چاہیے، جس میں کسی قسم کے شر اور فساد کا پہلو نہ ہو اور نہ ہی ان کی حق تلفی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

اس آیت مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم یتیموں کے ساتھ عمدہ طریقے سے بات کریں۔ ہمیشہ سیدھے اور عام فہم انداز میں سچی بات کہیں۔

مشق

1- درج ذیل آیات کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔

i- وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○

ii- لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○

-iii وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا○

-iv وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○

-II اسلامی احکامِ وراثت بیان کریں۔

-III سورۃ البقرہ کی آیت 177 کی روشنی میں حقوق العباد بیان کریں۔

-IV یتیموں کے حقوق قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کریں۔

2- مختصر جواب دیں۔

-I ایمان باللہ سے کیا مراد ہے؟

-II وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى کا کیا مطلب ہے؟

-III وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ سے کیا مراد ہے؟

-IV عورتوں کے مہر کے بارے میں عرب میں کیا رواج تھا؟

-V میراث کے چار احکام لکھیں۔

-VI بلوغ اور رشد سے کیا مراد ہے؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

-I اَلْبَاْسُ کے کیا معنی ہیں؟

(الف) مالی تنگی (ب) جنگ کی سختی (ج) بیماری (د) خوشحالی

-II وراثت میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کس کو حصہ دار بنایا ہے؟

(الف) دوست (ب) ہمسائے (ج) رفقائے کار (د) خونی رشتہ دار

-III اَلْوَالِدٰنِ سے کون مراد ہیں؟

(الف) آباء واجداد (ب) ماں باپ (ج) چچا تایا (د) مائیں بہنیں

-IV عورتوں کو مردوں کی طرح حق وراثت کس نے دیا؟

(الف) حکومت نے (ب) قرآن مجید نے (ج) علماء نے (د) ہمسایوں نے

FreeBooks.pk

V- عورت اپنی خوشی سے حق مہر واپس کر دے تو وہ شوہر کے لیے کیا ہے؟

(الف) قرض (ب) صدقہ (ج) حلال (د) حرام

4- درست جملے کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں۔

I- میراث ہر حالت میں تقسیم ہونی چاہیے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

II- یتیم کا مال پوشیدہ طور پر واپس کرنا چاہیے۔

III- حق مہر لڑکی کے سرپرستوں کو دیا جائے۔

IV- مرد ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔

V- صلہ رحمی سے رزق کم ہوتا ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ نصاب میں شامل کسی ایک آیت کو مع ترجمہ و تشریح چارٹ پر خوشخط لکھ کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2- طلبہ اُستاد صاحب کی مدد سے "یتیموں کے حقوق" سے متعلق جماعت میں مذاکرے کا اہتمام کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- اُستاد صاحب طلبہ کو قرآن مجید پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کریں۔

2- اُستاد صاحب طلبہ کو بتائیں کہ بخار اور دیگر امراض میں درج ذیل آیتِ شفا کا ورد کریں۔

آیتِ شفا:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ (سورۃ الشعرآء: 80)

ترجمہ: اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے۔

الحدیث

حدیث وسُنّت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

حدیث وسُنّت کا تعارف:

عربی زبان میں حدیث کے لغوی معنی "گفتگو" اور "نئی چیز" کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے حدیث کی تین اقسام ہیں۔

1۔ حدیثِ قولی:

جس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول بیان ہوا ہو، اسے حدیثِ قولی کہا جاتا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ...... (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 1)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے۔

2۔ حدیثِ فعلی:

جس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل بیان ہوا ہو۔ اسے حدیثِ فعلی کہتے ہیں۔ مثلاً وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

3۔ حدیثِ تقریری:

حدیث تقریری سے مراد وہ حالات، واقعات اور اعمال ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رونما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو اس پر عمل کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ مثلاً حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غسل واجب تھا۔ وہ بیمار تھے اور نہانے سے بیماری میں اضافہ کا خدشہ تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تیمم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔

حدیث کی ایک اور قسم "حدیث قدسی" ہے۔ حدیثِ قدسی ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں فرمان الٰہی بیان کیا گیا ہو۔ حدیث قدسی میں فرمان اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ جبکہ عام احادیث میں الفاظ اور مفہوم دونوں

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّوْمَ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ...... (صحیح مسلم: مسلسل حدیث نمبر 2702)

ترجمہ: بے شک روزہ میرے لیے ہے' اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

سُنّت کا مفہوم:

سنت کے لغوی معنی طریقہ، راستہ اور طرزِ عمل کے ہیں۔ سُنَّةُ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی سنت) کا لفظ قرآن مجید میں کئی بار بیان کیا گیا ہے۔ وہاں سُنَّةُ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا طریقۂ کار ہے۔ اور سنتِ رسول سے مراد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا طریقۂ کار اور راہِ عمل ہے۔ گویا سنت وہ طریقہ ہے جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے دنیا میں رائج ہوا۔ اسے سنتِ نبوی بھی کہتے ہیں۔ سنت کی جمع سُنَن ہے۔

حدیث اور سنت کا فرق:

لغوی معنی کے لحاظ سے حدیث بات اور واقعہ کو کہتے ہیں اور سنت کے معنی طریقہ ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں حدیث اور سنت میں معمولی سا فرق ہے۔ عام طور پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اقوال' افعال اور تقاریر کو حدیث کہتے ہیں اور سنت کا لفظ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اعمال و افعال کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی حدیث کا عملی نمونہ سنت کہلاتا ہے۔

حدیث کے حصے (سند اور متن):

حدیث عموماً دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلے حصے کو "سند" کہتے ہیں اور دوسرے حصے کو "متن" پہلے حصے میں ان افراد کے نام مذکور ہوتے ہیں جن کے ذریعے حدیث ہم تک پہنچی۔ ناموں کے اس سلسلے کو "سند" کہتے ہیں۔ دوسرے حصے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قول، فعل یا تقریر (خاموش رضامندی) کا ذکر ہوتا ہے' اسے "متن" کہتے ہیں۔ حدیث کے بیان کرنے والے کو راوی کہتے ہیں۔ مثلاً

سند	متن
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ	قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 38)

ترجمہ: (امام بخاری فرماتے ہیں کہ) ہم کو محمد بن سلام نے بیان کیا کہ ہم کو محمد بن فُضَیل نے خبر دی کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے ابوسلمہ سے، انہوں نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے جذبے سے رکھے (اس کے سبب) اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے گئے۔

سند کے لحاظ سے حدیث کی چند اقسام یہ ہیں:

FreeBooks.pk

1- حدیث مرفوع:

ایسی حدیث جس کی سند نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچ جائے۔ اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

مثال:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح بخاری: مسلسل حدیث نمبر 15)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ایک دن اور ایک رات جہاد میں بسر کرنا، ایک مہینے کے روزے اور نوافل عبادات سے بہتر عبادت ہے۔ (یعنی ملک کی سرحد کی حفاظت و نگرانی میں ایک دن اور ایک رات بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفل عبادات سے بہتر ہے۔) (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 1913)

2- حدیث موقوف:

جس حدیث کی سند صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جائے۔ اسے حدیث موقوف کہتے ہیں۔

مثال:

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ، یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاکِ۔

(صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 245)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرمایا کرتے تھے۔

3- حدیث مقطوع:

ایسی حدیث جس کی سند کسی تابعی (جس شخص نے صحابی کو دیکھا ہو) تک ختم ہو جائے، اسے مقطوع حدیث کہتے ہیں۔

مثال:

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ کَفٰی بِالْمَرْءِ عِلْمًا اَنْ یَخْشَی اللّٰہَ۔ (شعب الایمان، مسلسل حدیث نمبر 748)

ترجمہ: حضرت مسروق سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: آدمی کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے، جس سے خوفِ خدا پیدا ہو۔

راویوں کی تعداد کے لحاظ سے حدیث کی اقسام:

سند میں راویوں کی تعداد کی رُو سے حدیث کی چند اقسام یہ ہیں۔

1۔ حدیث متواتر:

ایسی حدیث جس کی سند میں راویوں کی تعداد ہر دور میں اتنی زیادہ رہی ہو کہ ان راویوں کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہواور یہ تعداد ہر مرحلہ پر تین راویوں سے زیادہ ہو۔

2۔ حدیث مشہور:

ایسی حدیث جس کی سند میں کسی مرحلہ پر راویوں کی تعداد تین راویوں تک رہ جائے۔

3۔ حدیث عزیز:

ایسی حدیث جس کی سند میں کسی مرحلے پر راویوں کی تعداد دو رہ جائے۔

4۔ حدیث غریب:

اگر کسی مرحلے پر راوی اکیلا ہی رہ جائے، تو اس روایت کو حدیث غریب کہتے ہیں۔

حدیث کی مشہور کتابیں:

حدیث کی مشہور کتابیں چھ ہیں۔ انہیں ''صحاح ستہ'' کہا جاتا ہے۔

(1) صحیح بخاری (2) صحیح مسلم (3) سنن ابی داؤد (4) سنن ترمذی (5) سنن نسائی (6) سنن ابن ماجہ

ان چھ کتابوں میں سے پہلی دو کتابیں ''صحیحین'' اور باقی چار کتب ''سُنن'' کہلاتی ہیں۔

حدیث و سنت کی اہمیّت:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہنمائی کے لیے اصول بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں احکام اجمالی طور پر بیان ہوئے ہیں۔ جن کی وضاحت و تشریح احادیث و سنن نبوی کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید کے ان احکام پر حدیث اور سنت کے ذریعے ہی عمل کیا جاسکتا ہے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحقیقت قرآن مجید کی عملی تفسیر اور تشریح ہے۔ اسلام میں قانون سازی کے لیے قرآن مجید کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ جبکہ عملی طریقے کی تفاصیل کہیں بھی بیان نہیں ہوئیں۔ لہٰذا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عملی طریقے کی مکمل راہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں یہ ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، تو طریقۂ نماز کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 595)

ترجمہ: نماز ادا کرو، جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔

اسی طرح حج ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ قرآن مجید میں اس کی فرضیت اور چند مَنَاسِک کا ذکر ہے۔ حج کی

ادائیگی کا مکمل طریق کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے ہی ملتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ۔ (السنن الکبری للبیھقی : جلد5: صفحہ نمبر125 باب الایضاع فی وادی محسر)

ترجمہ: مجھ سے اپنے (حج کے) مناسک سیکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان اور ہر عمل کی پیروی دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی کی ضامن ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے، وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ...... (سورۃ النساء:59)

ترجمہ: مومنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرو۔

ایک اور آیت مبارکہ میں فرمایا ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ...... (سورۃ النساء:80)

ترجمہ: جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے گا، تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

قرآن مجید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ہمارے لیے بہترین اور کامل نمونہ ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ...... (سورۃ الاحزاب:21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (کی حیات مبارکہ) میں بہترین نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ۔ (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر4726)

ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس (شخص) کے جس نے انکار کیا۔صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انکار کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے میرا انکار کیا۔''

(صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر2146)

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افرادِ ملت میں اِتحاد و اِتفاق کی بنیاد اور اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط ہے۔ اِتباع سنت فلاح اور عظیم کامیابی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔

حدیث وسنت کے عملی زندگی پر اثرات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا کا ہر ملک، ہر قوم اور ہر تہذیب گمراہی میں مبتلا تھی۔ عرب لوگ گمراہی میں دیگر قوموں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ زمانۂ جاہلیت انسانی تاریخ کا تاریک ترین دور تھا۔ روئے زمین پر اس وقت کوئی ایسی ہستی موجود نہ تھی جو گمراہی میں مبتلا انسانیت کو ہلاکت کے گڑھے سے نکال سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس تاریکی کے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر لوگوں کو تباہی سے بچالیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

...... وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ...... (سورۃ آل عمران: 103)

ترجمہ: اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُس سے بچالیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر نسلِ انسانی پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اس احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ...... (سورۃ آل عمران: 164)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے انہی (مومنین) میں سے ایک رسول بھیجا۔

قرآن مجید اور سیرتِ طیبہ کی صورت میں انسانوں کو ایک مکمل نظامِ حیات عطا فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئس سال کی مختصر مدت میں اس دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اِنسانوں کی جامع رہنمائی کی۔ جس سے عرب معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو اس کے بعد ہوں گے۔

(صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 6695)

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت پانے والوں میں وہ تمام خوبیاں پیدا ہو گئیں، جو ایک کامیاب انسان میں ہونی چاہئیں۔ ان میں رضائے الٰہی کی سچی طلب پیدا ہوئی۔ اب ان کا ہر عمل خود غرضی کی بجائے رضائے الٰہی کے لیے ہوتا تھا۔ خواہشِ نفس پر قابو پانا ان کے لیے آسان ہو گیا، بلکہ وہ دوسروں کے راہنما بن گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی زندگیاں اس عظیم انقلاب کی زندہ مثالیں ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو **اللہ تعالیٰ** نے اپنا آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی یا رسول اس دنیا میں مبعوث نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو عالمگیر مقام عطا فرمانے کے لیے **اللہ تعالیٰ** نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متعدد مناصب سے نوازا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے امت مسلمہ کو ان مناصب کا پاس دار بنایا۔ چنانچہ **اللہ تعالیٰ** کا ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○

(سورۃ الاحزاب:45-46)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آپ کو بھیجا ہے۔ گواہ بنا کر، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسی کی طرف دعوت دینے والا اور روشن آفتاب بنا کر۔

پورا قرآن مجید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتا ہے اور ان کی عظمتوں پر گواہ ہے۔ یہ آیت مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ بلند پایہ اوصاف سے متعارف کراتی ہے اور انسانوں کو آگاہ کرتی ہے کہ خاتم الانبیا والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحقیقت ان پانچ اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر شاہد (گواہ) ہیں کہ **اللہ تعالیٰ** وحدہ لاشریک ہے۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کائنات کا وہی تنہا خالق و مالک ہے۔ انسان اس کے احکام پر عمل کرنے کا پابند ہے۔ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ اور انسان اپنے کاموں کا بدلہ ضرور پائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ منصب بھی عطا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں **اللہ تعالیٰ** کی اطاعت کرنے والوں کو خوش خبری دیں، کہ ایسے افراد اس دنیا میں بھی خوش حال ہیں اور آخرت میں بھی کامیابی اور فلاح انھیں حاصل ہوگی۔ ان کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **اللہ تعالیٰ** کے نافرمانوں کو یہ بتا دیں کہ قیامت کے دن انھیں اپنے بُرے اعمال کی سزا ضرور ملے گی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ منصب بھی عطا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **اللہ تعالیٰ** کی مرضی و منشا کے مطابق انسانوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے آگاہ فرماتے ہیں اور ان تعلیمات پر خود عمل کر کے عملی نمونہ پیش فرماتے ہیں جسے قرآن مجید نے ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کا ایک ایسا موثر نظام قائم فرما

دیا جو قیامت تک آنے والے مُبلّغ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات، آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کے اخلاق مبارکہ روشنی کا ایسا مینار ہیں۔ جس کی ہمہ پہلو روشنی سے پوری انسانیت تا قیامت فیض یاب ہوتی رہے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی عطا کردہ روشنی اس قدر لطیف اور پُر سکون ہے کہ ہر چیز اس سے استفادہ کر سکتی ہے۔

ان اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے والے نبی کریم ﷺ جب کائنات سے رخصت ہوئے، تو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایسا عظیم پروگرام اُمت کو عطا فرما گئے، جس کی پیروی کرتے ہوئے اُمت نے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ اس احسن طریقے سے سرانجام دیا اور دے رہی ہے کہ آج اسلامی تعلیمات کا ڈنکا پوری کائنات میں بج رہا ہے۔ اُمت مسلمہ عظیم کارہائے نبوت کی امین ہے اس لیے اُس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ، حکمت و دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے اسلام کا پیغام قیامت تک آنے والے انسانوں تک پہنچاتی رہے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- حدیث اور سنت کا مفہوم اور فرق بیان کریں۔

II- حدیث اور سنت کی اہمیت بیان کریں۔

III- حدیث اور سنت کے عملی زندگی پر اثرات واضح کریں۔

IV- راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی چند اقسام بیان کریں۔

V- حدیث کے حصوں سے متعارف کرائیں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- حدیثِ قولی کسے کہتے ہیں؟

II- حدیثِ تقریری کسے کہتے ہیں؟

III- حضور ﷺ کی اطاعت کے بارے میں کوئی ایک آیت یا اس کا ترجمہ لکھیں۔

IV- صحاح ستہ سے کیا مراد ہے؟

V- حدیث قدسی کی تعریف اور ایک مثال لکھیں۔

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- سنت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(الف) عبادت (ب) طریقہ (ج) ہدایت (د) دین

II- سنت کی جمع کیا ہے؟

(الف) سنون (ب) اسنان (ج) سنن (د) سنوات

III- حدیث کا پہلا حصہ کیا کہلاتا ہے؟

(الف) روایت (ب) راوی (ج) متن (د) سند

IV- ''صحیحین'' کن کتابوں کو کہتے ہیں؟

(الف) صحیح بخاری وسنن ترمذی (ب) صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ

(ج) صحیح بخاری وصحیح مسلم (د) صحیح بخاری وسنن نسائی

V- جس حدیث کی سند میں کسی مقام پر راویوں کی تعداد کم از کم تین ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

(الف) متواتر (ب) مشہور (ج) عزیز (د) غریب

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

I- سنت وہ طریقہ ہے جو .... کے ذریعے دنیا میں رائج ہوا۔

II- سنت پر عمل کرنے والا .... کا محبوب بن جاتا ہے۔

III- اعمال کا .... نیتوں پر ہے۔

IV- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی .... روشنی کا مینار ہیں۔

V- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت .... کی عملی تفسیر ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ حدیث وسنت کی اہمیت کے متعلق ایک چارٹ تیار کر کے کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2- طلبہ پانچ احادیث مع ترجمہ اپنی اپنی کاپی میں خوش خط لکھیں اور یاد کر کے کمرۂ جماعت میں ایک دوسرے کو سنائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب کتب صحاحِ ستہ لائبریری سے حاصل کر کے طلبہ کو ان کا تعارف کرائیں۔

2- استاد صاحب طلبہ کے سامنے احادیث مبارکہ کی چند ایسی مثالیں پیش کریں، جن سے واضح ہوتا ہو، کہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کی وضاحت کرتی ہے۔

باب سوم

موضوعاتی مطالعہ

(الف) ایمانیات

1۔ عقیدۂ توحید (صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف اور توحید کے تقاضے)

توحید کا مفہوم:

اسلامی عقائد میں بنیادی عقیدہ، عقیدۂ توحید ہے۔ توحید کا لُغوی معنیٰ ہے ایک ماننا' یکتا جاننا۔ دین اسلام کی اصطلاح میں توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات میں یکتا ماننا ''توحید'' کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اور عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ (سورۃ الفاتحہ: 4)

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

توحید کے دو بنیادی پہلو ہیں۔ توحید فی الذّات اور توحید فی الصّفات۔

توحید فی الذّات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد اور یکتا ہے۔ توحید فی الصّفات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی یکتا اور بے مثل ہے اور اس جیسی صفات کسی اور میں موجود نہیں۔ اس کی یکتائی اس قدر مکمل ہے کہ اس کی وضاحت کسی اور چیز سے نہیں کی جا سکتی۔

توحید کا متضاد ''شرک'' ہے۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، جو نا قابلِ معافی ہے۔ ''شرک'' کے لُغوی معنیٰ حصے داری کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو اُس کا ساجھی یا حصے دار ٹھہرانا ''شرک'' کہلاتا ہے۔ عقیدۂ توحید انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔ دنیا کے پہلے انسان (حضرت آدم علیہ السلام) عقیدۂ توحید کے پیرو تھے اور انہوں نے اپنی اولاد کو اسی عقیدہ کی تعلیم دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ توحید کی تعلیمات کو بھلا کر گمراہی کا شکار ہو گئے اور ایک خدا کی بجائے کئی خداؤں کو ماننے لگے۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے کئی پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے انسان کو توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور شرک کی نفی کی۔ قرآن مجید میں شرک کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (سورۃ لقمٰن: 13)

ترجمہ: بے شک شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ...... (سورۃ النساء: 48)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے' اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

توحید فی الذّات:

اللہ تعالیٰ ذات اور تعداد کے اعتبار سے صرف ایک ہے (نہ دو، نہ تین اور نہ ہی لاتعداد خدا موجود ہیں) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ...... (سورۃ النحل: 51)

ترجمہ: بے شک معبود وہی ایک ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود ماننا شرک ہے، اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا باپ، ماں، بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

(سورۃ الاخلاص: 1-4)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

توحید فی الصّفات:

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی تنہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کاملہ کا مالک ہے، جو کسی اور میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم' قدرت' ارادہ اور اختیار جیسی ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔ اور اس کی تمام صفات ذاتی اور حقیقی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سورۃ الشوریٰ: 11)

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

2۔ عقیدۂ توحید کی اہمیت:

عقائد اسلامی تعلیمات کی روح ہیں اور عقیدۂ توحید ان عقائد کی جان ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ زور عقیدۂ توحید پر ہی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ...... (سورۃ الاعراف: 172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں۔

FreeBooks.pk

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک جتنے بھی نبی اور رسول اس کائنات میں تشریف لائے، سب نے انسانوں کو توحید کا درس دیا۔

نبوت کے اعلان کے کچھ عرصہ بعد حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ معظمہ میں صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنی قوم کو پہلا خطبہ دیا، جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسلسل حدیث نمبر 16119)

ترجمہ: اے لوگو! کہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کامیاب ہو جاؤ گے۔

عقیدۂ توحید پر زور دیتے ہوئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک اور موقع پر فرمایا:

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کا اس بات پر یقین ہو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 10)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کلمۂ توحید کی اہمیت کو یوں بھی بیان فرمایا:

سب سے بہتر ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور سب سے بہتر دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے) ہے۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3383)

3۔ صفات باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ ایسی صفات کاملہ کا مالک ہے، جو کسی اور میں موجود نہیں، اور نہ ہی کسی میں موجود ہو سکتی ہیں۔ وہی ذات واحد اس کائنات کی تخلیق کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہی ہر چیز کو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی۔ وہی کائنات کی ہر چیز، انسان، حیوان، شجر و حجر کا خالق ہے اور وہ اکیلا ہی اتنی بڑی کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ وہ ایسا علیم ہے کہ کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں اور وہ ایسا قادر ہے کہ کوئی چیز اس کی قدرت کاملہ سے بالاتر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا ذکر قرآن مجید میں بڑی کثرت سے فرمایا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 255، جسے ''آیۃ الکرسی'' بھی کہا جاتا ہے، میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی صفات کا ذکر کیا ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۭ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا
خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـــُٔوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (سورۃ البقرۃ: 255)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ، ہمیشہ رہنے والا۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے

بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے، اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے، اسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے)۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے۔ اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی رُتبہ (اور) جلیل القدر ہے۔

صفات باری تعالیٰ کو اسمائے حُسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام) بھی کہا جاتا ہے۔ سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے اسمائے حُسنیٰ (صفات کاملہ) کا ذکر فرمایا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۃ الحشر: 22 تا 24)

ترجمہ: وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے)، سلامتی دینے والا، امن دینے والا نگہبان، غالب، زبردست بڑائی والا۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی رہتی ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفاتی نام ہیں۔ جن میں سے چند اس جگہ بیان کئے گئے ہیں جو طلبہ اللہ تعالیٰ کے مزید اسماء حُسنیٰ سیکھنا چاہیں وہ قرآن مجید اور حدیث نبوی سے استفادہ کریں۔

4۔ توحید کے تقاضے:

عقیدۂ توحید انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں سے چند تقاضے کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان کے چند اہم تقاضے یہ ہیں۔

1۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر قسم کی قولی، فعلی اور مالی عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کی جائے اور عبادات میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ...... (سورۃ بنی اسرائیل: 23)

ترجمہ: کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'

2۔ اللہ تعالیٰ سے ہی سچی محبت کی جائے۔ اس کی رضا کو ہر دوسرے کی رضا پر فوقیت دی جائے۔ اور ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی

خاطر محبت کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے روکا، (کسی سے) اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے دشمنی رکھی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نکاح کیا، بے شک اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔"

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2521)

3۔ اس بات پر پختہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور وہ ہر قسم کے نقص و عیب سے مُنزّہ اور پاک ہے۔

4۔ اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مؤمن کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننے اور پوری زندگی اسی کی اطاعت میں گزارے۔

5۔ اللہ تعالیٰ ہی کو مُنعمِ حقیقی مانا جائے اور خلوصِ دل سے اُس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر بجا لایا جائے۔

6۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے اپنی امیدیں وابستہ کی جائیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کو کامل قدرت حاصل ہے۔ اور اسی کو اس کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہے۔ اس لیے تمام انسانوں کو اسی کی اطاعت کرنا ہے اسی کے احکام ماننا ہیں اور اسی کی تعلیمات کو اپنانا ہے۔ تاکہ رضائے الٰہی حاصل ہو۔

عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات:

عقیدۂ توحید ایک عالمی حقیقت ہے۔ جو ہمیں نیکی بدی اور اچھائی برائی سے آگاہ کرتا ہے۔ انسانوں کی برتری اور غلامی سے نجات دلا کر مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کا پابند بناتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر کامل ایمان ہی سے انسان حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات بنا ہے، یہی عقیدہ انسانوں کو عبادتِ الٰہی کی تعلیم و تربیت دیتا ہے۔

عقیدۂ توحید انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ ان میں مساوات، محبت اور رحم دلی کے جذبات اجاگر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حقیقی حاکمِ اعلیٰ مان کر ہم اپنے آپ کو جرأت مند، بہادر اور دلیر بنا سکتے ہیں۔ توحیدِ الٰہی پر کامل یقین ہمیں ہر طرح کے خطرات اور خوف سے نجات دلاتا ہے۔ یہی عقیدہ ہمیں کائنات سے استفادہ کی دعوت دیتا ہے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- توحید کا لغوی و اصطلاحی مفہوم واضح کریں اور عقیدۂ توحید کی اہمیت بیان کریں۔

II- توحید کے تقاضے بیان کریں۔

III- صفاتِ باری تعالیٰ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

IV- توحید کی بنیادی اقسام بیان کریں

FreeBooks.pk

2- مختصر جواب دیں۔

I- توحید کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان لکھیں۔

II- اللہ تعالیٰ کے پانچ صفاتی نام لکھیں۔

III- شرک کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں۔

IV- شرک کی نفی میں ایک آیت مبارکہ اور اس کا ترجمہ لکھیں۔

V- توحید فی الصّفات سے کیا مراد ہے؟

VI- اسمائے حُسنیٰ سے کیا مراد ہے؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا کیا معنی ہے؟

(الف) ہر چیز کا مالک (ب) ہر چیز کا پیدا کرنے والا

(ج) ہر ایک کو رزق دینے والا (د) ہر ایک کو بخشنے والا

II- اللہ تعالیٰ نے کس گناہ کو کبھی معاف نہ کرنے کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے؟

(الف) تکبر (ب) غیبت (ج) جھوٹ (د) شرک

III- حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد پہلا خطبہ کہاں دیا؟

(الف) خانہ کعبہ میں (ب) کوہ احد پر (ج) کوہ صفا پر (د) غارحرا میں

IV- توحید کا متضاد کیا ہے؟

(الف) شرک (ب) عبودیت (ج) وحدانیت (د) نفاق

V- اَلْبَارِئُ کا کیا معنی ہے؟

(الف) بڑائی والا (ب) ایجاد و اختراع کرنے والا

(ج) صورت بنانے والا (د) رزق دینے والا

VI- اَلْقُدُّوْسُ کا کیا معنی ہے؟

(الف) پیدا کرنے والا (ب) نہایت پاک (ج) صورت بنانے والا (د) عزت والا

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

I- قرآن مجید میں .... کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔

II- اللہ تعالیٰ ذات اور .... کے اعتبار سے یکتا ہے۔

III- صفات باری تعالیٰ کو .... بھی کہا جاتا ہے۔

IV- اقتدار اعلیٰ صرف .... کے ہاتھ میں ہے۔

V- ہمیں اللہ تعالیٰ کی .... حاصل کرنی چاہیئے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حُسنٰی مع ترجمہ چارٹ پر لکھ کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2- عقیدۂ توحید کے بارے میں تین آیات مع ترجمہ اپنی اپنی کاپی میں خوش خط لکھ کر زبانی یاد کریں اور جماعت میں ایک دوسرے کو سنائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 255 اور سورۃ الحشر کی آیت نمبر 22 تا 24 کی روشنی میں صفات باری تعالیٰ کو جماعت میں وضاحت سے بیان کریں۔

2- استاد صاحب آیۃ الکرسی کی جماعت میں تفسیر بیان کریں۔

FreeBooks.pk

2۔ عقیدۂ رسالت

نُبوّت و رِسالت کا معنیٰ و مفہوم:

اسلامی عقائد میں دوسرا بڑا عقیدہ "رسالت" ہے۔ رسالت کے لغوی معنی ہیں پیغام پہنچانا۔ رسول کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا۔ یہ پیغام اسلامی اصطلاح میں "وحی" کہلاتا ہے۔

عقیدۂ رسالت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام (وحی) اپنے منتخب برگزیدہ بندوں کے ذریعے اپنی مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ یہ برگزیدہ بندے نبی اور رسول کہلاتے ہیں۔ نبی کا مطلب ہے خبر دینے والا اور رسول کا مطلب ہے پیغام پہنچانے والا۔ نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام (وحی) انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔

منصب نُبوّت کے لوازمات:

نبوت ایک ایسا بلند منصب ہے، جو کوئی بھی انسان اپنی ذاتی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ یہ عطیہ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا، اُسے یہ منصب عطا کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

...... اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ ...... (سورۃ الانعام:124)

ترجمہ: اس کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ منصبِ نبوت کے لیے عام طور پر یہ چیزیں لازم ہوتی ہیں۔

1۔ وحی الٰہی کا نزول

2- اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت کو کسی کمی بیشی کے بغیر اس کے بندوں تک پہنچانا۔

3- معجزات یعنی خلاف عادت واقعات کا ظہور۔

4- نبی اور رسول انسان کامل ہونے کے ساتھ ساتھ معصوم بھی ہوتے ہیں۔ تمام نبی اور رسول گناہ، جرم اور غلطی سے مُبرّا اور محفوظ ہوتے ہیں۔

سلسلۂ نبوت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور خَاتَمُ النَّبِیّٖن حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ختم ہو گیا۔ تمام

انبیاء اور رُسل اپنے معاشرے کے بے حد نیک اور پارسا انسان تھے۔ ان کا تعلق اپنے دور کے معزز خاندانوں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کی ہدایت کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کی اصلاح وفلاح کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرمائے۔ وحی کے لغوی معنی چپکے سے کوئی بات دل میں ڈالنا اور اشارہ کرنا ہے۔ جس کے اللہ تعالیٰ نے تین ذرائع بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ...... (سورۃ الشوریٰ: 51)

ترجمہ: اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بات کرے، مگر الہام (کے ذریعے) سے، یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے (وہی) القا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب قوموں کی طرف نبی اور رسول بھیجے اور آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی آیا نہ قیامت تک آئے گا۔ اسی کو عقیدۂ "ختم نبوت" کہتے ہیں جو عقیدۂ رسالت کا لازمی حصہ ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لائے۔ تمام انبیاء و رُسل کو سچا اور پاکباز مانے اور سب کا ادب و احترام کرے۔ ان کی تعلیمات کو اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت مانے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت پر عمل کرے۔

ضرورتِ نبوت و رسالت:

انسان اشرفُ المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ عقل و دانش سے نوازا ہے۔ دانشوروں نے انسان کے دامن کو علم و حکمت سے بھر دیا، لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے خدا شناسی، عملی ہدایت اور اُخروی نجات کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کی۔ بلکہ انسانی عقل مادی معاملات اور دنیاوی امور تک محدود ہے' جبکہ انسان خطا کا پُتلا ہے۔ اس لیے خالقِ کائنات نے انسان کی دنیوی کامیابی، باطنی اصلاح اور اُخروی نجات وفلاح کے لیے سلسلۂ نبوت جاری کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے وحیِ الٰہی کے ذریعے انسانوں کی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ سرانجام دیا اور انہیں اخلاقی اقدار اور انسانی آداب سکھائے۔ اُخروی نجات کے اصول بتائے۔ ان کی روحانی وقلبی تسکین کے لیے الہامی علوم سے روشناس کرایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انہی میں سے نبی اور رسول بھیجے، تا کہ وہ اپنے قول و عمل سے ان کی راہنمائی کر سکیں۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کے ہر پیغام پر پہلے خود عمل کیا، بعد ازاں اُمت کو وہ عمل کرنے کا حکم

دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہی نہیں سنایا، بلکہ اپنی حیات مبارکہ میں اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ...... (سورۃ الاحزاب: 21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہمارے لیے اس لیے اسوۂ حسنہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کر کے انسانوں کو راہنمائی فراہم کی۔ اور یہ امر واضح فرمایا کہ احکام الٰہی انسانوں کے لیے تا قیامت قابلِ عمل ہیں۔

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے اسی وقت استفادہ ممکن ہے، جب ان پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات پر پورا پورا عمل کرنے کے لیے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی تمام اشیا سے زیادہ عزیز رکھیں۔ کیونکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف ایمان کی شرط اول ہے، بلکہ اتباع رسول بھی محبتِ رسول کا تقاضا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو لازمی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۟ (سورۃ التوبۃ: 24)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے سخت سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کا مال، اہل و عیال اور اولاد انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہوں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں ملیا میٹ کر دے۔ اور جو افراد حضور ﷺ سے محبت نہیں کرتے، قرآنِ مجید نے انہیں فاسق قرار دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: جس شخص میں یہ تین چیزیں موجود ہوں' وہ ایمان کی حلاوت (مٹھاس) پائے گا۔ (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اس کی محبت تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو۔ (2) وہ جس شخص سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ اور (3) وہ کفر کی طرف لوٹنے کو اسی قدر ناپسند کرے جس طرح وہ دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 15)

اگر کوئی مسلمان آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کسی اور کو ترجیح دے، تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز کو آپ ﷺ کی محبت پر قربان کر دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 14)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اُس کے نزدیک، اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجا جائے، کیوں کہ درود شریف ایک ایسا عمل ہے، جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف اور فرشتوں کی طرف کی ہے اور اس کے بعد ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی نبی ﷺ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب: 56)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (حضرت محمد ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر (کثرت سے) درود اور سلام بھیجا کرو۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔'' (سنن الترمذی، مسلسل حدیث نمبر 484)

قرآن مجید اور حدیث نبوی کا تقاضا ہے کہ مسلمان کثرت اور تسلسل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجیں، آپ ﷺ کی تعلیمات کی پوری پوری اتباع کریں اور آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کو اپنی زندگیوں میں اپنائیں۔ یہی محبت رسول ﷺ کے تقاضے ہیں۔ جنہیں عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان بحسن وخوبی پورا کر رہے ہیں۔

عہد رسالت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے حُبِّ رسول ﷺ کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ وہ حضور اکرم رسول ﷺ کو مخاطب کرتے وقت انتہائی دھیمی آواز میں بات کرتے تھے۔ وہ آپ کو فداك اُمی وابی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) کہہ کر متوجہ کرتے تھے۔ آپ کی انتہائی تعظیم کرتے اور آپ کی اشیاء بطور تبرک استعمال کرتے تھے۔ نیز آپ کو اپنی جان سے بھی اس طرح عزیز سمجھتے تھے کہ آپ کے حکم پر ہمہ وقت جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضے:

حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضے بہت سے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ حضور ﷺ سے محبت تمام رشتوں اور تمام تعلقات سے بڑھ کر ہو۔

2۔ نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور اخلاق کی پوری پوری پیروی کی جائے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کا کثرت سے ذکر کیا جائے، آپ ﷺ پر درود و سلام کثرت سے بھیجا جائے، حدیث نبوی کا مطالعہ کیا جائے اور حضور ﷺ کی تمام سنتوں کو عملی زندگی میں لاگو کیا جائے۔

4۔ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

5۔ ختم نبوت پر مکمل یقین رکھا جائے۔

6۔ ناموسِ رسالت کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے۔

اطاعت واتباع رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ایمان کی بنیاد ہے۔ جس طرح عقیدۂ توحید کے ذریعے ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت پر یقین رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اطاعتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ...... (سورۃ النساء: 59)

ترجمہ: مومنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں ان کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ...... (سورۃ النساء: 80)

ترجمہ: جو شخص رسول (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) کی اطاعت کرے گا، تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پس رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی اطاعت واجب ہے اور یہ محبتِ الٰہی کے حصول کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
(سورۃ آل عمران: 31)

ترجمہ: (اے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوست رکھے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم مکمل ہدایت لے کر مبعوث ہوئے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے صرف آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی ہے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی نافرمانی نیک اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ جس کے بارے میں قرآن مجید یہ رہنمائی عطا کرتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ○ (سورۃ محمد: 33)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہی لوگوں تک نہیں پہنچاتے' بلکہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی حیثیت ایک قائد اور حاکم کی ہے۔ قیامت تک آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کے ہر حکم کی تعمیل امت کے ہر فرد پر فرض ہے۔ کیونکہ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی تعلیمات دراصل قرآن مجید کے احکام کی تشریح ہیں اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم خود قرآنِ ناطق ہیں۔ قرآن مجید کی مکمل پیروی

ختمِ نبوت:

انسانی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے انبیاء و رُسل بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا' اور قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و رسول اس کائنات میں معبوث فرمائے۔ جب کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری نبی اور رسول ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ...... (سورۃ الاحزاب: 40)

ترجمہ: محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں (کی نبوت) کی مُہر۔

ختمِ نبوت کا مطلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے کئی نبی اور رسول اس دنیا میں آئے' یہ سلسلہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ختم ہوگیا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔ (مسند احمد بن حنبل، مسلسل حدیث نمبر 13860)

ترجمہ: بے شک رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا، پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بعد اب کوئی دوسرا نبی یا رسول اس دنیا میں نہیں آئے گا۔ اسی طرح اب نہ کوئی نئی کتاب نازل ہوگی اور نہ ہی نئی شریعت آئے گی۔ بلکہ شریعت محمدی ہمیشہ انسانوں کی راہنمائی کرتی رہے گی کیونکہ:

1۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک ہر قوم اور ہر دور کے انسانوں کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت عام ہے اور سب کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیم کافی ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر دین مکمل کر دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت کامل ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات' ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لیے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اور اسی لیے روز قیامت تک یہ کتاب محفوظ رہے گی۔

4۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات قرآن مجید و سنت نبوی کی شکل میں محفوظ ہیں، اور تمام دنیا کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔

تعلیمات، ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لیے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اور اسی لیے روز قیامت تک یہ کتاب محفوظ رہے گی۔

4۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات قرآن مجید و سنت نبوی کی شکل میں محفوظ ہیں، اور تمام دنیا کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔

اسلامی تعلیمات کی رُو سے ختمِ نبوت ایک اہم اور بنیادی عقیدہ ہے کہ اس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں یہ دفعہ شامل کی گئی ہے کہ ”ختمِ نبوت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔“

(دستور پاکستان دفعہ 264، ذیلی دفعہ 03 الف اور باء)

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- نبوت و رسالت کا مفہوم بیان کریں۔

II- حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مضمون لکھیں۔

III- نبوت و رسالت کی ضرورت پر روشنی ڈالیں۔

IV- عقیدہ ختمِ نبوت تفصیل سے بیان کریں۔

V- اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مضمون لکھیں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- نبوت کا اصطلاحی مفہوم لکھیں۔

II- حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ایک حدیث کا متن اور ترجمہ خوش خط لکھیں۔

III- حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو اہم تقاضے بیان کریں۔

IV- اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا مراد ہے؟

V- ختمِ نبوت کے حوالے سے قرآن مجید کی کوئی آیت مبارکہ بیان کریں۔

VI- وحی کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بتائیں۔

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- نبیوں کو نبوت کا منصب کیسے ملا؟

(الف) جدّ وجُہد سے (ب) وراثت میں (ج) اللہ تعالیٰ کی عطا سے (د) علم حاصل کرنے سے

II- نبی سے خلاف عادت ظاہر ہونے والے واقعہ کو کیا کہتے ہیں؟

(الف) ارہاص (ب) معجزہ (ج) کرامت (د) کرشمہ

III- سب سے پہلے نبی کون ہیں؟

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام (ب) حضرت یعقوب علیہ السلام

(ج) حضرت نوح علیہ السلام (د) حضرت آدم علیہ السلام

IV- خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کا مطلب کیا ہے؟

(الف) نبی (ب) آخری نبی (ج) پہلا نبی (د) پانچواں نبی

V- اشرف المخلوقات کون ہے؟

(الف) فرشتہ (ب) جن (ج) انسان (د) حیوان

4- ''کالم الف'' کے جملوں کو ''کالم ب'' کے ساتھ ملائیں۔اور درست جواب ''کالم ج'' میں تحریر کریں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر	وحی کہتے ہیں	
اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو	قرآن مجید ہے	
اللہ تعالیٰ کے پیغام کو	ایمان لانا لازم ہے	
اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام	لازم قرار دیا ہے	

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق قرآنی آیات پر مشتمل چارٹ تیار کر کے ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر دیں۔

2- بزم طلبہ میں ایک طالب علم فضائل درود شریف بیان کرے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب طلبہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بتائیں۔

2- استاد صاحب طلبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق تفصیل سے سمجھائیں۔

ب۔ سیرتِ طیبہ/ اُسوۂ حسنہ

بعثتِ نبوی

بعثت نبوی سے پہلے دنیا کی حالت:

عرب دینِ ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مختلف بتوں کی پوجا کرنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں بھی تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ بتوں کے علاوہ وہ ستاروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔ شراب خوری اور جوا کھیلنا بھی عرب میں عام تھا۔ سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ بعض عرب قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

وہ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ عرب معاشرے میں لڑائیوں میں انسانوں کو زندہ جلا دینا، عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا اُن کا معمول تھا۔ شرک کا دور دورہ تھا اور الہامی مذاہب ماننے والے بھی شرک کرتے تھے جیسے کہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ یہ حالت صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں اسی طرح کی برائیاں عام تھیں۔ جیسے ایرانی آگ کی پوجا کرتے تھے۔ تُرک بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ہندوستان کے لوگ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

بعثت سے پہلے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ:

- نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ بعثت سے قبل بھی نہایت پاکیزہ تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اَخلاقِ حَسنہ سے متّصِف تھے۔ صِدق و امانت میں مشہور تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی قوم آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتی تھی۔

اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ کی حیات مبارکہ ہر طرح کی معاشرتی برائیوں سے پاک تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بچپن اور جوانی کی مثالی زندگی لائق رشک تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبدالمُطّلِب اور حضرت ابوطالب نے جان لیا تھا، کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زندگی ایک انفرادی شان رکھتی ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مستقبل نہایت تابناک ہے۔ عیسائی علما نے صاف الفاظ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی پیشین گوئی کی تھی۔ ورقہ بن نوفل اور بُحیرہ راہب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے کی بشارت دی تھی نیز ان کی کتابوں تورات اور انجیل میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت کی بشارات موجود ہیں۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت دعائے خلیل علیہ السلام کا نتیجہ تھی۔

آغاز وحی کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو دیکھتے، اس کی تعبیر دن کو صبح کے اجالے کی طرح سامنے آ جاتی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوگئی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ چند راتیں عبادتِ الٰہی میں بسر فرماتے، اور اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس تشریف لے آتے۔ کچھ عرصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گزار کر، خورد و نوش کا سامان لے کر دوبارہ غارِ حرا میں واپس آتے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ غارِ حرا میں آمد و رفت کا یہ سلسلہ کافی دیر جاری رہا۔

غارِ حرا میں عبادت:

مکہ شہر سے قریباً تین میل دُور ایک غار ہے، جو غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ غار جس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس کا نام "جبلِ نُور" ہے۔ یہاں سے خانہ کعبہ صاف نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا بیشتر وقت اسی غار میں گزارتے۔ یہاں خلوت میں اپنے رب کی عبادت اور سوچ بچار میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤیائے صادقہ (سچے خواب) کے ذریعے بشارتیں دی جاتی تھیں۔

پہلی وحی کا نزول:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر چالیس سال کی ہوئی۔ رمضان کا مقدس مہینا تھا اور پیر کی مبارک رات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غارِ حرا کی خلوتوں میں اپنے رب سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا، اِقْرَاْ (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" (میں پڑھنے والا نہیں ہوں)۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے سینہ سے لگا کر زور سے بھینچا اور کہا پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تیسری بار پوری قوت سے آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور پڑھنے کے لیے عرض کیا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق: 1-5)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھیے اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں، جن کا اسے علم نہیں تھا۔

انسان کو وہ باتیں سکھائیں، جن کا اسے علم نہیں تھا۔

یہ پیغام وحی دے کر جبرائیل امین چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: مجھے کمبل اوڑھا دیجیے۔ جب طبیعت سنبھلی، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سارا قصہ بیان کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کبھی بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صِلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مفلس اور نادار کو اپنی کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔" (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 3)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیقۂ حیات کی یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی عظمت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن کی روشن دلیل ہے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبانی ان کی کیفیت سن لیجیے۔ وہ بولے کہ بھتیجے! آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، سناؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از اوّل تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بن نوفل بے اختیار بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر اتارا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ مکرمہ سے نکال دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ، کیا وہ لوگ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح حق لے کر آیا۔ لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں اُس دن تک زندہ رہا، تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 3)

اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی۔ اس عرصہ کو "فترت وحی" کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی وحی اور دوسری وحی کے نازل ہونے کے درمیان ایک وقفہ حائل رہا۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی؟

II- قبل از بعثت حضور ﷺ کی زندگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

III- پہلی وحی کا نزول کب اور کہاں ہوا؟ مکمل واقعہ تفصیل سے لکھیں۔

IV- بعثتِ نبوی پر جامع مضمون لکھیں۔

V- حضرت محمد ﷺ اور ورقہ بن نوفل کے درمیان ہونے والا مکالمہ تحریر کریں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- عرب میں اسلام سے قبل کون سے مذاہب رائج تھے؟

II- زمانہ جاہلیت میں عربوں کی سنگ دلی کی کوئی مثال پیش کریں۔

III- قبل از اسلام ہندوستان کی کیا حالت تھی؟

IV- حضور ﷺ غار حرا میں کس لیے تشریف لے جاتے تھے؟

V- قبل از بعثت حضور ﷺ کن القاب سے مشہور تھے؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- قبل از بعثت خانہ کعبہ میں کتنے بت رکھے ہوئے تھے؟

(الف) 350 (ب) 360 (ج) 370 (د) 380

II- قبل از بعثت ایرانی کس کی پوجا کرتے تھے؟

(الف) بتوں کی (ب) ستاروں کی (ج) سورج کی (د) آگ کی

III- پہلی وحی کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟

(الف) 35 سال (ب) 37 سال (ج) 40 سال (د) 45 سال

-IV حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر پہلی وحی کس ماہ میں نازل ہوئی؟

(الف) رمضان (ب) محرم (ج) ربیع الاول (د) شوال

-V حضرت جبرائیل علیہ السلام غارِ حرا میں کس سورت کی ابتدائی آیات مبارکہ لے کر نازل ہوئے؟

(الف) سورۃ الفاتحہ (ب) سورۃ العلق (ج) سورۃ الاخلاص (د) سورۃ الناس

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

-I غارِ حرا مکہ مکرمہ سے قریباً .... دور ہے۔

-II بحیرہ راہب نے .... کے نبی ہونے کی بشارت دی۔

-III حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی بار حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس .... کی رات حاضر ہوئے۔

-IV حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر وحی کا آغاز غار .... سے ہوا۔

-V ورقہ بن نوفل حضرت .... کے چچازاد بھائی تھے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

-1 طلبہ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات عربی زبان میں خوش خط لکھیں اور اس پر مبنی خوش خطی کا مقابلہ منعقد کریں۔

-2 طلبہ اُستاد صاحب کی مدد سے "حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی مکی زندگی" سے متعلق تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

-1 استاد صاحب مکہ معظمہ اور اردگرد کے اہم مقامات کی نقشہ کے ذریعے نشان دہی کریں۔ خاص طور پر غارِ حرا کا محلِ وقوع واضح کریں۔

-2 استاد صاحب طلبہ کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی غارِ حرا میں خلوت گزینی کے بارے میں بتائیں۔

دعوت و تبلیغ

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے دعوتِ اسلام کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اہلِ خانہ ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شریکِ حیات تھیں۔ انہوں نے سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی گواہی دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے چچا زاد بھائی تھے، نو عمر ہونے کے باوجود اس دعوتِ توحید پر لبیک کہا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوراً حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لے آئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گہرے دوست حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں، جنہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے میں پہل کی۔ یہ لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عادات و اخلاق سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہیں یقین تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جو کچھ فرما رہے، ہیں، وہ سچ ہے۔ اس لیے انہوں نے ایمان لانے میں ذرا بھی دیر نہ کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے کمالات و اخلاق کے عینی شاہد تھے اور دل سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گرویدہ تھے۔ وہ خود بھی عمدہ اوصاف کے مالک تھے۔ انہیں اخلاقی برائیوں اور فحاشی سے سخت نفرت تھی۔ لوگوں کا آپ کے پاس کثرت سے آنا جانا تھا۔ ہر شخص سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عزت سے پیش آتے۔ لوگوں کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔ ہر اہم کام میں لوگ آپ سے مشورہ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایمان کی دولت سے نوازا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوارا نہ ہوا کہ لوگ اندھیروں اور گمراہی میں بھٹکتے رہیں۔ سو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کے حلقہ میں تبلیغِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی کوشش سے حضرت عثمان بن عفّان، حضرت زُبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عُبید اللہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے نامور صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اسلام قبول کیا۔ ان سب نے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی طرف بلایا۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلتا رہا اور لوگ رفتہ رفتہ مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔

ابتدائی دور میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پہاڑی گھاٹیوں میں چُھپ کر کرتے تھے۔ اس کے باوجود دینِ اسلام کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ چنانچہ حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو بہت دیر سے حق کے متلاشی تھے، مکہ مکرمہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جو لوگ مسلمان ہو رہے تھے، ان کی تعلیم و تربیت ضروری تھی۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ارقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جولوگ مسلمان ہو رہے تھے، ان کی تعلیم و تربیت ضروری تھی۔ چنانچہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت ارقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر خفیہ طور پر مسلمانوں کی تربیت کا اہتمام کیا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم اپنا زیادہ وقت اسی مرکز میں گزارتے۔ نمازیں بھی وہیں پڑھتے تھے۔ تین برس کے عرصہ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد چالیس سے کچھ زیادہ تھی۔ لیکن ابھی تک مسلمان چُھپ کر ہی تبلیغ کرتے تھے۔ تاکہ کفارِ مکہ کے شرّ سے محفوظ رہیں۔

خاندان کو دعوت:

تین سال خاموشی سے تبلیغ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو حکم دیا۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ (سورۃ الشعراء: 214)

ترجمہ: (اے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا) سے ڈراؤ۔

اس حکم کے نازل ہونے پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے خاندان کے قریباً 40 افراد کو ایک دعوت پر اکٹھا کیا اور ان کے سامنے نہایت اختصار سے اپنی بات رکھی۔ ابولہب نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو کھل کر بات کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور اپنی تقریر شروع کر دی، اور دھمکی دی کہ تمام قریش تمہارے قبیلے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ چند روز بعد پھر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے خاندان کو دوبارہ جمع کیا اور انہیں توحیدِ الٰہی اور اپنی رسالت کی دعوت دی۔ ابولہب نے قسم کھا کر اس دعوت کو خطرناک برائی قرار دیا، البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمسنی کے باوجود حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو اپنی معاونت وحفاظت کا یقین دلایا۔

دعوت عام:

قبیلہ قریش کو اسلام کی دعوت دینے کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے کوہ صفا پر چڑھ کر سارے قبائل کو نام لے لے کر پکارا۔ جب سارے قبائل جمع ہو گئے، تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے چلا آ رہا ہے، تو کیا تم میری بات تسلیم کرو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہم بے شک آپ کی بات تسلیم کریں گے، کیونکہ ہم نے آپ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) کو ہمیشہ سچ بولتے ہوئے پایا ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے مکہ مکرمہ میں آباد ایک ایک قبیلے کا نام لے کر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف عذاب شدید سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔ لہٰذا اگر تم دونوں جہانوں کی کامیابی چاہتے ہو تو پڑھو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) (ابن سعد: الطبقات، جلد 1، ص 20)

ان الفاظ کو سن کر قریشِ مکہ کے سردار بگڑ گئے اور واپس گھروں کو چل دیئے۔ کسی نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی بات نہ سنی۔

ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سخت گستاخانہ کلمات کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس گستاخی کا کوئی جواب نہ دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت اور گستاخ کی مذمت میں ایک پوری سورت "سورۃ اللّھب" نازل فرمائی ہے۔ جس میں اس کے بُرے انجام کی خبر دی گئی۔

کوہ صفا سے دعوت کے کچھ عرصہ بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (سورۃ الحجر: 94)

ترجمہ: پس تمہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغِ اسلام کا دائرہ رشتہ داروں سے بڑھا کر سب انسانوں تک وسیع کر دیا اور اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی۔

کفارِ مکہ کی مخالفت:

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برملا اپنے دین کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے، تو قریشِ مکہ نے پورے زور و شور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت شروع کر دی۔ اہلِ اسلام کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے میں ابوجہل اور ابولہب پیش پیش تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالکل ہمت نہ ہاری، بلکہ وہ ثابت قدمی سے اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔

سردارانِ قریش نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالب کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس لیے بنو ہاشم ہر ممکن ان کا دفاع کریں گے چنانچہ انہوں نے حضرت ابوطالب پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ قریش کے ایک وفد نے ان سے جا کر کہا کہ آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے۔ ہمارے دین پر نکتہ چینی کی ہے۔ اس لیے یا تو اسے منع کر لیں، یا اس کے اور ہمارے درمیان سے ہٹ جائیں۔ ہم اس سے خود نپٹ لیں گے۔ تاہم حضرت ابوطالب نے ان کا کوئی مطالبہ ماننے بغیر نرم گفتگو کر کے انہیں واپس کر دیا۔

کفارِ مکہ کا ظلم و تشدّد:

کفارِ مکہ کے ظلم و تشدّد کا آغاز اس وقت سے ہو گیا تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تھا۔ کوہ صفا کے وعظ کے موقع پر بھی ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارنے کے لیے ایک پتھر اٹھایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر توحید کی دعوت دی، تو سردارانِ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کی بیوی اُمِ جمیل آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے راستے میں کانٹے بچھاتی۔ کئی مرتبہ حالتِ نماز میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر غلاظت اور اونٹ کی اوجھڑی پھینکی گئی۔ لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ان تکالیف کو کمال صبر سے برداشت کرتے اور بد دعا تک نہ کرتے' بلکہ ہدایت کی دعا فرماتے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اذیتیں پہنچانے کے ساتھ ساتھ کافروں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو بھی اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا' لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے ان مظالم کو حوصلے اور پامردی سے برداشت کیا اور دین کے بارے میں ذرا سی بھی کمزوری نہ دکھائی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کے نہایت معزز اور مالدار شخص تھے' مسلمان ہوئے، تو ان کا چچا انہیں تنگ کرتا رہتا اور انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتا۔ حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ناز و نِعَم میں پلے تھے' ان کے والد نے انہیں انتہائی حقارت کے ساتھ اپنے گھر سے نکال دیا۔ حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والدین نے جب اسلام قبول کیا، تو انہیں بھی بہت سی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ابوجہل انہیں گرم پتھریلی زمین پر لٹا کر سزا دیتا۔ حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کے اس ظلم کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان کی اہلیہ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوجہل نے نیزے سے شہید کر دیا تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ حمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن فُہیرہ غلام ہونے کے سبب ایسے ظلم کا نشانہ بنائے گئے کہ اس کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کیا تھا۔

مسلمان لونڈیاں مثلاً حضرت زُنَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نہدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ظلم برداشت کرتی رہیں۔ راہِ حق میں بے پناہ مظالم سہتے سہتے حضرت زُنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر ابوجہل نے انہیں طعنہ دیا کہ لات و عزیٰ نے تمہاری بینائی چھین لی ہے۔ زُنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں لات و عزیٰ بھلا کیا ہیں؟ میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ اگلی صبح اُن کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دشمنوں نے کہا یہ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا جادو ہے' ان دونوں کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت خَبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صُہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ستم رسیدہ جماعت کے سرخیل تھے۔

حج کے موقع پر مختلف علاقوں سے لوگ مکہ مکرمہ آتے تھے۔ اس موقع پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اپنی دعوت بڑے اہتمام کے ساتھ قبائلِ عرب کو پہنچاتے تھے۔ کفار اس موقع پر پروپیگنڈہ مہم کے ذریعے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا راستہ روکتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے والے کو صابی (بے دین) کہتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) مجنون کہا جاتا تھا، اور کبھی آسیب زدہ۔ ایک طرف کفار لوگوں کو یہ کہتے کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور دوسری طرف خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ایسا جادوگر قرار دیا جاتا تھا کہ جس نے

اپنے جادو سے باپ اور بیٹے کے درمیان لڑائی ڈال دی ہے اور پورے عرب معاشرے میں فساد برپا کر دیا ہے۔ کفار کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو کاہن کہتے اور کبھی شاعر۔ جب قرآن مجید نے پیغمبروں کے واقعات بیان کر کے انجام بد سے ڈرایا تو کفار نے قرآن مجید کو **اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن** (پرانے لوگوں کی کہانیاں) قرار دیا۔ لیکن اس سارے پروپیگنڈے سے قرآن مجید کی حقانیت کو نہ چھپایا جا سکا، اور جس نے قرآن مجید سنا، اس کی صداقت کی گواہی دی۔ یہاں تک کہ عُتبہ جیسا دشمنِ دین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی مخالفت کرتے کرتے قرآن مجید کی تلاوت سن کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

قریشِ مکہ مسلمانوں کو مرعوب کرنے میں ہر طرح سے ناکام ہو چکے تھے۔ ان کے ظلم وستم کے باوجود اسلام کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر تنگ آ کر تمام قبائلِ قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا تجارتی اور سماجی بائیکاٹ کر دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے قبیلے کے ساتھ تین سال تک شِعبِ ابی طالب میں رہنا پڑا، جہاں بعض اوقات پتے کھانے کی نوبت بھی آئی۔

سردارانِ قریش نے کئی مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو **(نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)** قتل کرنے کے منصوبے بنائے، لیکن جرأت نہ ہوئی، اگرچہ آخری کوشش بہت منظم تھی۔ جس میں ابوجہل کی تجویز کے مطابق قبائلِ قریش کے ایک ایک منتخب نوجوان نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ابوجہل بھی محاصرہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ سازش یہ تھی کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم گھر سے نکلیں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو **(نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)** قتل کر دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ منصوبہ بھی ناکام بنا دیا، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بخیر و عافیت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

بعثت کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جس عزم و ثبات اور صبر و خلوص کے ساتھ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں شب و روز مصروف رہے، تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مکی دور میں جن پاکیزہ نفوس نے اسلام کی دعوت قبول کی، اُنہیں طرح طرح کے مظالم برداشت کرنے پڑے، اس کے باوجود وہ راہ حق پر ثابت قدم رہے۔ اُنہوں نے قیامت تک آنے والے مبلغینِ اسلام کے لیے ایسے راہنما اُصول چھوڑے ہیں، جن کی روشنی میں اسلام کی دعوت دنیا کے کونے کونے میں پہنچائی جا سکتی ہے۔ اب قیامت تک اشاعت و تبلیغ اسلام اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفیہ تبلیغ کب شروع کی اور اس کا کیا نتیجہ رہا؟

II- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ اسلام کی خدمات سے متعارف کرائیں۔

III- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلانیہ دعوت وتبلیغ پر روشنی ڈالیں۔

IV- ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو کیا کیا تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں؟

V- کفارِ مکہ نے کن کن طریقوں سے دعوت اسلام کی مخالفت کی؟

2- مختصر جواب دیں۔

I- خفیہ تبلیغ کتنا عرصہ جاری رہی؟

II- دارارقم کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

III- مشرکین مکہ میں سے کس کس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید مخالفت کی؟

IV- شِعب ابی طالب کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

V- کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) قتل کرنے کا کیا منصوبہ بنایا؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- اسلام کے پہلے شہید کون ہیں؟

(الف) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ب) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ج) حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(د) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

II- غلاموں میں سب سے پہلے کون ایمان لائے؟

(الف) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ب) حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ج) حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(د) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

III- عورتوں میں سب سے پہلے کون ایمان لائیں؟

(الف) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ب) حضرت سُمیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (د) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

IV- حضرت سُمیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کِس نے شہید کیا؟

(الف) ابولہب (ب) ابوجہل (ج) عتبہ (د) شیبہ

V- اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کا کیا مطلب ہے؟

(الف) پہلی قومیں (ب) پہلی کتابیں

(ج) پرانے لوگوں کی کہانیاں (د) سابقہ انبیاء علیہم السلام

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

I- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کا آغاز اپنے .... سے کیا۔

II- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت .... تھے۔

III- سورۃ اللہب .... کی مذمت میں نازل ہوئی۔

IV- حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو .... نے شہید کیا۔

V- حضرت حمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت .... کی والدہ تھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ، اسلام کی پہلی درس گاہ دارارقم کے متعلق کتب سیرت سے مزید معلومات جمع کریں۔

2- طلبہ، آغاز اسلام میں ایمان لانے والے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی کی فہرست تیار کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب، طلبہ کو مکی دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقوں سے آگاہ کریں۔

2- استاد صاحب، طلبہ کو سورۃ اللہب کے شانِ نزول اور مفہوم سے آگاہ کریں۔

ہجرتِ مدینہ منورہ

بعثت کے تیرہویں سال ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو مکہ مکرمہ سے بہت زیادہ محبت تھی، مگر اہلِ مکہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کرنے کا حکم ملا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے اسباب:

1۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی دن رات کوشش کے باوجود، کفار کی سخت مزاحمت کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کے عرصہ میں بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔

2۔ اشاعتِ دین کے لیے کسی ایسے مرکز کی اشد ضرورت تھی، جہاں تبلیغ کرنا آسان ہو۔ مدینہ منورہ اس لحاظ سے نہایت موزوں جگہ تھی۔

3۔ جو مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تھے، وہ نہ صرف پرسکون زندگی گزار رہے تھے، بلکہ اسلام کی تبلیغ بھی کر رہے تھے۔ اس کامیاب تجربہ سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی۔

4۔ مدینہ منورہ کے باشندوں کی ایک معقول تعداد مسلمان ہو چکی تھی۔ مدینہ منورہ کے نامور قبائل اَوس اور خزرج نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لیے ہجرت کے لیے مدینہ منورہ میں سازگار فضا قائم ہو چکی تھی۔

5۔ مدینہ منورہ دفاعی لحاظ سے موزوں ترین مقام تھا۔ اس کے تین طرف پہاڑی سلسلے تھے، اور ایک طرف نخلستان۔ قریش کی تجارتی شاہراہ بھی مدینے کے قریب سے گزرتی تھی، اس پر آسانی سے کنٹرول حاصل کیا جا سکتا تھا۔ پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ بھی اتنا تھا کہ قریش اچانک حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے لیے موزوں ترین مقام تھا۔

6۔ جب سردارانِ مکہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) قتل کرنے کی ناپاک سازش بنائی، اور جس رات کو حملے کے لیے منتخب کیا، اسی رات اللّٰہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ہجرت کرنے کے لیے ضروری تیاری فرمائی۔

FreeBooks.pk

واقعاتِ ہجرت:

ابوجہل کی تجویز کے مطابق 27 صفر 13 نبوی کو قبائلِ قریش کے ایک ایک منتخب نوجوان نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹادیا، تاکہ وہ اہل مکہ کی امانتیں لوٹانے کے بعد ہجرت کریں اور خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مٹھی مٹی ان لوگوں کی طرف پھینکی، جو گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جس سے محاصرہ کرنے والوں کو نظر آنا بند ہو گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے بحفاظت گزر گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے، انہیں ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے اور مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع غارِ ثور میں قیام پذیر ہوگئے۔

دوسری طرف قریش نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گھر کا محاصرہ رات بھر جاری رکھا۔ جب صبح ہوئی، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سوتا ہوا پاکر بہت حیران ہوئے۔ چاروں طرف آدمی دوڑائے، مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ ایک گروہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاؤں مبارک کے نشان کے ذریعے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا تعاقب کیا۔ وہ گروہ تعاقب کرتے ہوئے عین غار کے دہانے پر جاپہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی آہٹ سن کر گھبرا گئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ ...... (سورۃ التوبۃ: 40)

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

قریش غار کی تنگی اور تاریکی دیکھ کر لوٹ گئے۔ خصوصاً غار کے دروازہ پر جب انہوں نے مکڑی کا جالا دیکھا، تو کہنے لگے، اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) اس غار میں جاتے، تو دروازے پر مکڑی کا جالا باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ قریش نے اعلان کیا، کہ جو شخص (نعوذ باللہ) محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم یا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیدی بنا کر لائے، یا قتل کردے، اس کو ہر ایک کے عوض سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

تین روز غارِ ثور میں قیام کرنے کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔

انعام کے لالچ میں تلاش کرنے والے مسلسل ان دونوں ہستیوں کا تعاقب کرتے رہے۔ ان میں سُراقہ بن جُعشم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قریب پہنچا، تو اس کا گھوڑا گر گیا۔ اس نے دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا، تو گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک ریت میں دھنس گئے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر حملہ کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ اس نے جان کی امان مانگی، جو اسے دے دی گئی۔ اس موقع پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے کی خوش خبری سنائی، جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں پوری ہوئی۔

قبا میں قیام:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہفتہ سفر کرنے کے بعد 8 ربیع الاول کو مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں پہنچے۔ اہلِ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کے سراپا منتظر تھے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کی منادی کرا دی۔ لوگ ''اللہ اکبر'' کے نعرے بلند کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبا میں چودہ دن ٹھہرے۔ اسی دوران میں یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلی مسجد، ''مسجد قبا'' کی تعمیر کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لوگوں کی امانتیں لوٹا کر یہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آ ملے۔

پہلا جُمعہ:

وادیٔ قبا میں قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کا ارادہ کیا۔ راستے میں ایک محلے بنی سالم میں پہنچے، تو نماز جمعہ ادا کی' اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبۂ جمعہ تھا۔ جس کے بعد سے مسلمانوں پر نماز جمعہ کی ادائیگی فرض ہوئی۔

مدینہ منورہ میں پُر تپاک اِستقبال:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ''یثرب'' کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد اس شہر کا نام ''مدینۃ النبی'' رکھا گیا۔ اہلِ مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِستقبال کے لیے دو رویہ قطاروں میں کھڑے تھے۔ بچیاں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر محبت بھرے استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ: ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا، کوہِ وداع کی پہاڑیوں سے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے، جب تک بھی دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔ اے وہ (ذات) جو ہم میں مبعوث کی گئی! آپ کے لائے ہوئے حکم کی اِطاعت ہم پر فرض ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کا وہاں کے تمام قبائل نے اپنے اپنے طریقے سے بھرپور انداز میں

FreeBooks.pk

استقبال کیا۔ چنانچہ قبیلہ بنونجار کی معصوم بچیاں دف بجا کر یہ پڑھ رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارُ بَنِی النَّجَّارِ

یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ترجمہ: ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میزبانی:

ہر فرد آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی اونٹنی کی مہار پکڑنا چاہتا تھا، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم فرماتے کہ اس کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ (سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 114)

کچھ دیر بعد یہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے سامنے اُس جگہ بیٹھ گئی، جہاں اب مسجد نبوی موجود ہے۔ اس وقت وہ کھلا میدان تھا۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم یہاں اپنی اونٹنی سے نیچے اترے، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر قیام فرمایا۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم قریباً 9 ماہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم رہے۔

ہجرتِ مدینہ کی اہمیت:

ہجرت مدینہ تاریخِ اسلام کا اہم واقعہ ہے۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور تیرہ سالہ مصیبتوں کا دور ختم ہوا۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی مدینہ منورہ آمد ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کا سبب بنی۔ جس کی بنیاد مساوات، بھائی چارہ، محبت اور ہمدردی پر استوار کی گئی۔ مدینہ منورہ میں نہ کوئی قبائلی چپقلش تھی اور نہ ہی خانہ جنگی۔ اب آزاد ماحول میں مسلمانوں کو اسلام کے لیے کام کرنے کا موقع ملا اور سات سال کے قلیل عرصے میں یہ خطۂ عرب اسلام کی روشنی سے منور ہوگیا۔ مسلمان اسلامی عبادات و اعمال کو آزادی کے ساتھ سرانجام دینے لگے۔ انہوں نے کفار کے ظلم و ستم سے نجات پائی۔ ہجرت کے فوائد و برکات قرآن مجید کی سورۃ الانفال میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہجرت سے قبل مسلمان سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر کمزور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مسلمانوں کو معاشرتی استحکام، معاشی آسودگی اور سیاسی مرکز عطا فرمایا اور یوں کمزور مسلمان اب ایک مضبوط قوت بن گئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کے لیے اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہوا۔ چنانچہ جلد ہی ایک اسلامی ریاست قائم ہوگئی، جس کے سربراہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم تھے۔ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کے مرکز کے لیے سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ یہ مسلمانوں کا سیاسی، قانونی، معاشی اور معاشرتی مرکز تھا۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے مسجد کی صورت میں ایک ایسا مرکز قائم فرمایا، جہاں مسلمانوں کی تمام سرگرمیاں سرانجام پاتی تھیں۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے مہاجرین و انصار میں رشتۂ مؤاخات قائم کیا۔ جس کی رو سے مہاجر اور انصار ایک

دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ اس طرح باقاعدہ اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ انصار مدینہ نے اسلامی اخوت کا پورا پورا حق ادا کیا اور مہاجر بھائیوں کے لیے وہ قربانیاں دیں، جن کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- ہجرتِ مدینہ منورہ کے اسباب بیان کریں۔

II- ہجرتِ مدینہ منورہ کے واقعات لکھیں۔

III- ہجرتِ مدینہ منورہ کی اہمیت بیان کریں۔

IV- ہجرت مدینہ منورہ کے بعد مسلمانوں پر مرتب ہونے والے اثرات واضح کریں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- ہجرت کی رات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گھر کا محاصرہ کرنے والے کون لوگ تھے؟

II- ہجرت کی رات رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کسے اپنے بستر پر سونے کو کہا؟

III- غارِ ثور میں حضرت ابو بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو دیکھ کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے کیا کہا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کیا جواب دیا؟

IV- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم یا ابو بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کو پکڑنے یا (نعوذ باللّٰہ) قتل کرنے کی صورت میں کافروں نے کیا انعام مقرر کیا تھا؟

V- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے پہلا جمعہ کہاں ادا کیا؟

VI- جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ پہنچے، تو اہلِ مدینہ نے کس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا استقبال کیا؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ مکرمہ میں کتنا عرصہ تبلیغ فرمائی؟

(الف) 10 سال　　(ب) 11 سال　　(ج) 12 سال　　(د) 13 سال

II- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفرِ ہجرت میں کون تھے؟

(الف) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

III- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہجرت کی رات گھر سے نکلتے وقت کس سورت کی تلاوت کر رہے تھے؟

(الف) سورۃ الفاتحہ (ب) سورۃ یٰسین (ج) سورۃ الرحمٰن (د) سورۃ الاخلاص

IV- سفرِ ہجرت میں کافروں میں سے کون حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا؟

(الف) ابوجہل (ب) عتبہ (ج) ابولہب (د) سراقہ

V- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی؟

(الف) مسجد نبوی (ب) مسجد قبا (ج) مسجد نمرہ (د) مسجد عائشہ

4- درست جملے کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں۔

I- بعثت کے تیرہویں سال ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔

II- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے غارِ ثور میں پانچ دن قیام فرمایا۔

III- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے پہلا جمعہ محلہ بنی سالم میں ادا فرمایا۔

IV- حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ٹھہری۔

V- پہلی بار اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں قائم ہوئی۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ ہجرت مدینہ کے بارے میں سورۃ الانفال کی آیات مبارکہ کا تفسیر کی مدد سے مطالعہ کریں۔

2- طلبہ سیرت کی کتابوں سے فضائلِ مدینہ منورہ پڑھیں اور ان کے بارے میں گفتگو کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب جماعت میں نقشہ کی مدد سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کے اہم مقامات کی وضاحت کریں۔

2- استاد صاحب مدینہ منورہ کی جغرافیائی اہمیت سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

FreeBooks.pk

ج۔ اَخلاق وآداب

(1) علم کی اہمیت وفضیلت

علم کے معنی ہیں کسی چیز کو جاننا، پہچاننا۔ اصطلاح میں محض جاننے کو علم نہیں کہا جاتا بلکہ کسی چیز کی حقیقت کا اِدراک علم کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان لاتعداد نعمتوں میں علم ایک بڑی نعمت ہے۔

اہمیتِ علم:

علم کی وجہ سے ہی انسان اشرف المخلوقات ہے، اور فرشتوں پر فضیلت بھی رکھتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ، جو قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ اس میں انسان کی فضیلت کا سبب علم ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ......(سورۃ البقرہ:31)

ترجمہ: اور اس نے آدم (علیہ السلام) کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا احسان یہ بتایا ہے کہ اس نے انسان کو قلم کے ذریعے سے بہت سارے علوم وفنون کی تعلیم دی، ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: (اے محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھیے، جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھیے اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں، جن کا اسے علم نہیں تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان علم ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں علم حاصل کرنا ایک اہم فریضہ ہے، جس کی طرف پہلی وحی میں ہی اشارہ کر دیا گیا۔ علم کی اہمیت کی بنا پر حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

...... رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ (سورۃ طٰہٰ 114)

ترجمہ: میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے دیگر امتیازات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو معلم اعظم بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

...... وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ...... (سورۃ الجمعۃ:2)

ترجمہ: اور وہ انہیں (اللہ تعالیٰ کی) کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

اسلام سے پہلے علم ایک مخصوص طبقہ کی میراث سمجھا جاتا تھا۔ عام انسان کے لیے نہ ہی اس کی ضرورت سمجھی جاتی، نہ ہی علم تک اسے رسائی حاصل تھی۔ اسلام نے علم کی ضرورت پر بہت زور دیا۔ اسے عام انسانوں تک پہنچایا اور انسان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت' علم حاصل کرنا فرض قرار دیا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجہ، مسلسل حدیث نمبر220)

ترجمہ: ہر مسلمان (مرد و عورت) پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

علم خاصۂ نبوت ہے۔ جس سے علم کے بلند مرتبہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ منصبِ رسالت کی اعلیٰ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے علم بنیادی شرط ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صفتِ علم کا ذکر فرمایا ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) کو علم بخشا (سورۃ النمل:15)

قصۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام بیان کرتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا۔

ترجمہ: اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم عطا کیا۔ (سورۃ الکہف:65)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: اور بیشک وہ صاحبِ علم تھے، کیونکہ ہم نے اُن کو علم سکھایا تھا۔ (سورۃ یوسف:68)

ہمارے نبی کریم حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے علم کے حوالے سے قرآنِ مجید میں ارشادِ الٰہی ہے۔

...... وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (سورۃ النساء:113)

ترجمہ: اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں، جو تم جانتے نہیں تھے، اور تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام علم کی دولت سے نوازے گئے تھے۔ اس لیے ان کے پیروکاروں کو بھی نہایت محبت اور لگن سے علم حاصل کرنا چاہیے۔

فضیلتِ علم:

علم عظمت و سربلندی کا ذریعہ ہے۔ زیورِ علم سے آراستہ لوگ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ...... (سورۃ الزمر: 9)

ترجمہ: کہو، کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں، اور جو علم نہیں رکھتے، وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

یعنی عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ علم نور ہے اور جہالت تاریکی۔ علم زندگی ہے اور جہالت موت۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا کیا اور جاہلوں کو مال۔ مال تو عن قریب فنا ہو جائے گا جبکہ علم ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ (دیوانِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

دنیا میں جو انسان نورِ ایمان سے منور ہو کر اپنی فکری اور علمی قوتوں سے کام لیتے ہیں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، کہ وہ انہیں دنیاوی ترقی اور اُخروی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ......(سورۃ المجادلۃ: 11)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں، اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند کرے گا۔

سیرت مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مطالعہ کیا جائے، تو واضح ہوتا ہے کہ سیرت نبوی کا اہم پہلو علم ہے۔ اس لئے جو لوگ علم کی دولت سے بہرہ ور ہوتے ہیں ان کا مقام و مرتبہ نہایت بلند ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے علما کے مقام کو یوں بیان فرمایا:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2691)

ترجمہ: بے شک علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔

احادیث مبارکہ میں علم حاصل کرنے، علم سکھانے اور اسے انسانوں تک پہنچانے کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔

1- خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (صحیح بخاری، مسلسل حدیث نمبر 5027)

ترجمہ: تم میں بہتر شخص وہ ہے، جو قرآن مجید سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے۔

2- مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2654)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ بوجھ (علم) عطا فرماتا ہے۔

3- مَنْ خَرَجَ فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2656)

ترجمہ: جو علم کی تلاش میں نکلا وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔

4- مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَہَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2655)

ترجمہ: جو کسی راہ پر علم تلاش کرتے ہوئے چلا، اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیا۔

5- جو آدمی تلاشِ علم کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس راستے پر چلاتا ہے' جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ اور بے شک فرشتے طالبِ علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور عالِم کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں، یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں۔ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جیسے چاند کی ستاروں پر۔ اور بے شک علما ہی انبیا (علیہم السلام) کے وارث ہیں۔ انبیاء (علیہم السلام) نے ورثہ میں دینار اور درہم نہیں بلکہ علم چھوڑا۔ سو جس نے علم حاصل کیا اس نے بھلائی کا وافر حصہ پایا۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2691)

اسلام دین علم ہے۔ انسان نے ہمیشہ علم ہی کی بنیاد پر ہر ترقی کی اور وہ آئندہ بھی علم ہی کی بدولت ترقی کی راہوں پر گامزن ہو گا۔ اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ علم کی تلاش میں نکلو اور حکمت کے موتی جہاں کہیں بھی ملیں، اُنھیں حاصل کرو خواہ تمھیں مشکلات و مصائب کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے، اور دور دراز کا سفر اختیار کرنا پڑے چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

ترجمہ: "علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین سے ہی کیوں نہ ہو۔" (کنز العمال، مسلسل حدیث نمبر 28697)

فروغ علم کے لیے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اقدام:

1- آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو علم سیکھنے اور سکھانے کی رغبت دلائی۔ لوگوں نے اس کے نتیجے میں پڑھنا لکھنا شروع کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑے شوق سے قرآن مجید حفظ کرتے اور اس کا علم حاصل کرتے تھے۔

2- مکی دور میں دارارقم میں مسلمانوں کی پہلی درس گاہ قائم ہوئی۔

3- جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ہجرت فرمائی، تو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی تعمیر کی۔ مسجد نبوی کے ساتھ ایک چبوترہ تعمیر کرایا، جو "صفہ" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں باقاعدہ تعلیم و تدریس کا اہتمام فرمایا۔

4- خواتین کی تعلیم کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دن مقرر کر دیا تھا۔ اس دن صرف خواتین ہی مسجد نبوی میں حاضر ہوتیں اور علم حاصل کرتیں۔

5- غزوۂ بدر کے قیدیوں کو یہ سہولت دی گئی کہ اگر وہ فدیہ کے طور پر دس دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو انھیں رہا کر دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 2691)

6- جس علاقے کے لوگ مسلمان ہوتے، وہاں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے تعلیم و تربیت کے لیے ایک معلم مقرر کیا جاتا تھا۔

FreeBooks.pk

7- ازواج مطہرات سے بھی خواتین باقاعدگی سے دین کا علم سیکھتیں۔

فروغ علم کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اہتمام کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسلامی مملکت کے بیشتر افراد زیور تعلیم سے آراستہ ہو گئے۔

اسلام تعلیم و تعلّم کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ انسان اپنی عمر کے ہر حصے میں علم سیکھ سکتا ہے۔ تربیت حاصل کر سکتا ہے، اور اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ نہ علم کی کوئی حد ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ علم رکھنے والوں کی کمی ہے۔ اسلام تمام ایسے علوم و فنون حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جن سے انسانیت کو فائدہ پہنچے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہر طرح کا مفید علم حاصل کریں اور اسے دوسروں تک پہنچائیں۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- قرآن مجید کی روشنی میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

II- علم کی اہمیت کے بارے میں تین احادیث مبارکہ کا متن اور ترجمہ لکھیں۔

III- قرآن مجید کی ایسی تین آیات مبارکہ کا متن و ترجمہ تحریر کریں۔ جو علم کی فضیلت بیان کرتی ہیں۔

IV- فروغ علم کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اقدام بیان کریں۔

V- تعلیم حاصل کرنے کے کیا فوائد ہیں؟

2- مختصر جواب دیں۔

I- انسان کس وجہ سے اشرف المخلوقات ہے؟

II- پہلی وحی کب اور کہاں نازل ہوئی؟

III- علم کی اہمیت پر ایک حدیث مبارکہ کا متن لکھیں؟

IV- اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو علم میں اضافہ کی کون سی دعا سکھائی؟

V- خواتین حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے باقاعدہ تعلیم کہاں حاصل کیا کرتی تھیں؟

VI- غزوۂ بدر کے قیدیوں کا کیا فدیہ مقرر کیا گیا؟

VII- علما کی فضیلت میں ایک حدیث لکھیں۔

3- مناسب ترین جواب کا انتخاب کریں۔

I- انسان فرشتوں پر کس وجہ سے فضیلت رکھتا ہے؟

(الف) عبادت (ب) علم (ج) تقویٰ (د) مال و دولت

II- "تخلیق" کا کیا مطلب ہے؟

(الف) پرورش کرنا (ب) موت دینا (ج) پیدا کرنا (د) علم سکھانا

III- نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے صفہ کہاں تعمیر کرایا؟

(الف) مکہ معظمہ (ب) طائف (ج) قبا (د) مدینہ منورہ

IV- پہلی وحی کا پہلا لفظ کیا ہے؟

(الف) بِسْمِ اللّٰهِ (ب) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (ج) اِقْرَاْ (د) اِعْلَمْ

4- کالم "الف" کا کالم "ب" سے تعلق قائم کریں اور جواب "کالم ج" میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
علم کی وجہ سے	فرض ہے	
پہلی وحی	اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ	
علم حاصل کرنا	پہلی درسگاہ ہے	
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔	غزوۂ بدر کے قیدیوں کا فدیہ تھا۔	
ارشادِ نبوی ہے	انسان اشرف المخلوقات ہے۔	
دارِ ارقم	سورۃ العلق کی آیات ہیں۔	
دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا	قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا	

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ فضیلتِ علم کے متعلق پانچ احادیث مبارکہ کا متن اور ترجمہ تحریر کریں اور انھیں زبانی یاد کر کے استاد محترم کو سنائیں۔

2- طلبہ اُستاد صاحب کی مدد سے "مسلمانوں کی پہلی درسگاہ صفہ" سے متعلق جماعت میں مذاکرہ کا اہتمام کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب جماعت میں فروغِ علم کے لیے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے اقدام مثالوں سے بیان کریں۔

2- استاد صاحب، طلبہ کو "صفہ" کی علمی اہمیت سے آگاہ کریں۔

احترامِ انسانیت (2)

کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اسی طرح انسان کی تخلیق بھی اُسی نے کی ہے۔انسان کائنات کی عمدہ ترین مخلوق ہے اور یہ شاہکار قدرت ہے، اور انسان اللہ تعالیٰ کی براہِ راست تخلیق کردہ مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف:11)

ترجمہ: اور ہم ہی نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا، پھر تمہاری شکل صورت بنائی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔ تو (سب نے) سجدہ کیا، لیکن ابلیس۔ کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا۔

اس آیت کریمہ کی تشریح خود قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ مثلاً سورۃ ص میں ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ (سورۃ ص،72)

ترجمہ: جب اس کو درست کرلوں، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

ان آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے ایک عظیم الشان مخلوق ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی افضل مخلوق ہے۔

احترامِ انسانیت جسمانی ساخت کے حوالے سے:

انسان کی ظاہری حالت اور جسمانی ساخت کو غور سے دیکھا جائے، تو اس سے بھی اس کا اشرف المخلوقات ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝ (سورۃ الانفطار:7)

ترجمہ: (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا۔ اور جس صورت میں چاہا، تجھے جوڑ دیا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (سورۃ التین:4)

ترجمہ: یقیناً کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حسن و جمال کا مرقع بنایا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

...... وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ......(سورۃ التغابن:3)

ترجمہ: اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی بہت ہی خوبصورت بنائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جسمانی ساخت میں بھی کوئی مخلوق انسان سے زیادہ خوبصورت نہیں۔ وہ راست قامت، معتدل جسم والا اور متناسب اعضاء کا مالک، جیتا جاگتا قدرت کا شاہکار ہے۔جس میں علم، گویائی، سننے اور دیکھنے کی قوتیں، معاملات کی تدبیر کرنے کی قوت اور حکمت و دانائی کی صلاحیت موجود ہے۔یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن میں سے انسان کو ایک حصہ دیا گیا ہے۔تاکہ وہ شاہکارِ قدرت کہلا سکے۔

احترام انسانیت عقل کے حوالے سے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيٓ أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ○

(سورۃ الملک:23)

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے، جس نے تم کو پیدا کیا، اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم کم احسان مانتے ہو۔

عقل و دانش انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔عقل میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ اگر انسان اسے صحیح طور پر کام میں لائے تو وہ حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے، اور اسی عقل کی بنا پر انسان کو باقی حیوانات پر شرف و فضیلت حاصل ہے۔اگر انسان عقل سے کام لے کر اچھے اور برے میں تمیز نہ کرے، تو وہ حیوان، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

أُولَٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْغَٰفِلُونَ ○ (سورۃ الاعراف:179)

ترجمہ: یہ لوگ (بالکل) چوپاؤں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

احترام انسانیت علم کے حوالے سے:

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت دینا، اس کے علم ہی کی بنیاد پر تھا۔قرآن مجید میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا تھا، جو فرشتوں کو حاصل نہیں تھا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

(سورۃ البقرۃ 31،32)

ترجمہ: اور اس نے آدم علیہ السلام کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا، تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بیشک تو دانا (اور) حکمت والا ہے۔

جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی وسعت علم اور اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○

(سورۃ البقرۃ،34)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو، تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کر دیا، اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔

احترامِ انسانیت خلیفۃ اللہ تعالیٰ ہونے کے حوالے سے:

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات پر انسان کو برتری دے کر، زمین پر اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ انسانی فضیلت کی اصل اس کی نائبانہ حیثیت ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اس لیے وہ صاحبِ فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو اس کے لیے مسخّر کر دیا۔ سورج، چاند، ستارے، زمین، آسمان، ہوا، آگ، پانی، خشکی، غرض کائنات کی ہر شے انسان کی خاطر پیدا کی۔

انسان کی عظمت کے پیشِ نظر کائنات کا ایک ایک ذرہ بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان ہی کی خدمت میں مصروف ہے۔ قرآن مجید میں اس مضمون کو بڑے دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ...... (سورۃ البقرۃ:29)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں، تمہارے لیے پیدا کیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ ......

(سورۃ النحل: 12)

ترجمہ: اور اسی نے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔ اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک اور آیت کریمہ میں انسان کی برتری اور شرف کا ذکر یوں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل: 70)

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور اُن کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا، اور انہیں پاکیزہ روزی عطا کی، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

احترامِ انسانیت اِطاعت الٰہی کے حوالے سے:

بعض اوقات انسان تھوڑی سی قوت کے بل بوتے پر غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے، اور اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگتا ہے بلکہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کر بیٹھتا ہے۔ حالانکہ وہ مخلوق ہے۔ قرآن مجید بار بار واضح کرتا ہے کہ خدا صرف ایک ہے۔ وہی ساری کائنات کا مالک ہے اور انسان اس کا بندہ ہے اور بندہ بھی کمزور، جسے چند روزہ زندگی میں خدائی احکام کی پیروی کرنی ہے۔ اگر انسان اس حقیقت کو تسلیم کرلے، تو اس سے انسان کا بے جا غرور بھی ٹوٹتا ہے، اس کی عظمت و عزت بھی واضح ہوتی ہے اور اس کی صحیح حیثیت کا تعین بھی ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اسے یوں بیان فرمایا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۃ المؤمنون: 115)

ترجمہ: کیا تم یہ خیال کرتے ہو، کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

اسلام کے نزدیک انسان اول و آخر انسان ہے اور انسان رہنے ہی میں اس کی عظمت ہے۔ انسان کے مقصدِ تخلیق کا یوں ذکر فرمایا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (سورۃ الذاریات: 56)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

جو انسان مقصدِ تخلیق کا پاس رکھتا ہے وہی کائنات کا محترم انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کا معیار تقویٰ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ...... (سورۃ الحجرات: 13)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا:

ترجمہ: "کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ اور کسی سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت، مگر تقویٰ کے سبب۔" (مسند احمد بن حنبل، مسلسل حدیث نمبر 23885)

ایک دوسرے کا احترام کرنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر فضیلت بخشنے کے ساتھ ساتھ اس کی جان، مال اور عزت و آبرو کو بھی ایک دوسرے کے لیے محترم ٹھہرایا ہے۔ انسان کی ہدایت و راہنمائی کے لیے انبیا علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ جنھوں نے انسان کو انسان کی عظمت کا درس دیا، اور ایک دوسرے کے احترام کی نصیحت کی۔

اسلام نے انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا' اور کسی ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل ٹھہرایا' اور اس کی سختی سے ممانعت کی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جو شخص کسی کو (ناحق قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے، یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا، اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا، تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔" (سورۃ المائدۃ: 32)

واضح رہے کہ احترام انسانیت کی ایسی مثال سوائے اسلام کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی ہے؟

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے احترامِ انسانیت کے حوالے سے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: تمہارا خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں' جس طرح آج کے دن کی، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 2941)

قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسانوں کو آپس میں ادب و احترام سے پیش آنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اور ہر ایسے قول و فعل سے منع کیا گیا ہے، جس سے دوسرے کی تحقیر ہوتی ہو، اس کی عزت میں فرق آتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں

سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔ اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

(سورۃ الحجرات: 11)

اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیں تو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے معمولی معمولی باتوں پر بدظن ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کی عزت و توقیر نہیں کرتے۔ جس سے آپس میں نفرت و عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کو ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے حُسنِ اخلاق کو ایمان کی تکمیل کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: تم میں مکمل ایمان والے وہ اشخاص ہیں جن کے اخلاق دوسروں سے اچھے ہوں۔

(سنن ابی داؤد، مسلسل حدیث نمبر 4670)

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کا ایک اور فرمان ہے۔

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب وہ آدمی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (المعجم الکبیر، مسلسل حدیث نمبر 10033)

اسلام نے کسی خاص گروہ، کسی خاص قوم، کسی خاص خطہ اور کسی خاص ملک کی تخصیص کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کا درس دیا ہے اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کا محبوب قرار دیا گیا ہے، اور ایسا شخص ہی سب سے بہتر ہے۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے، جو لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہو۔ (الجامع الکبیر، مسلسل حدیث نمبر 11760)

اسی طرح ایک اور موقع پر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو خبردار کیا کہ

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور بڑوں کی عزت و تکریم نہ کرے۔

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 1919)

جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرتا ہے، درحقیقت وہ اپنے پر ہی رحم کرتا ہے، کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْحَمُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ (مسند احمد بن حنبل، مسلسل حدیث نمبر 19380)

ترجمہ: اُس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا، جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔

اس حدیث نبوی میں "الناس" کا لفظ تمام انسانوں کے لیے ہے یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے صرف مسلمانوں کا ذکر نہیں کیا، بلکہ تمام انسانوں کا ذکر کیا اور انسانوں میں مسلم، غیر مسلم سب شامل ہیں۔ ہر ضرورت مند کی مدد کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ قطع نظر اس

کے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم، اسی طرح اسلام غیر مسلموں کے وہ تمام شہری حقوق تسلیم کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو دیتا ہے۔ چنانچہ غیر مسلم شہریوں کو زبان، ہاتھ یا پاؤں سے تکلیف دینا، ان کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا ان کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں یہ افعال ناجائز ہیں۔

ان اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ

-1 ہم انسانوں پر اعتماد کریں۔

-2 ہر انسان کا بطور انسان احترام کریں۔

-3 اپنے قول و فعل سے انسانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

-4 حقوق العباد کی بجا آوری اپنے اوپر لازم کریں۔

مشق

-1 تفصیلی جواب دیں۔

-I تخلیق اور جسمانی ساخت کے حوالے سے احترام انسانیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

-II احترامِ انسانیت علم کے حوالے سے بیان کریں۔

-III احترام انسانیت اطاعت الٰہی کے حوالے سے بیان کریں۔

-IV احترام انسانیت خلیفۃُ اللہ تعالیٰ ہونے کے حوالے سے بیان کریں۔

-V اسلام نے انسانوں کو ایک دوسرے کا احترام کرنے کے حوالے سے جو ہدایات دی ہیں، ان پر مضمون لکھیں۔

-2 مختصر جواب دیں۔

-I تسخیر کائنات کے حوالے سے ایک آیتِ قرآنی خوش خط لکھیے۔

-II اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کس کے لیے پیدا کی ہے؟

-III انسان کے جسمانی حسن کے بارے میں قرآنی آیت مبارکہ یا اس کا ترجمہ لکھیں۔

-IV قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کا کیا مقصد بیان کیا ہے؟

-V نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے احترام انسانیت کے حوالے سے خطبہ حجۃ الوداع میں کیا ارشاد فرمایا؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ کسے بنایا؟

(الف) فرشتہ کو (ب) انسان کو (ج) جن کو (د) حیوان کو

II- اللہ تعالیٰ نے کن کو تمام کائنات پر برتری دی ہے؟

(الف) فرشتوں (ب) جنات (ج) انسانوں (د) حیوانات

III- اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار کیا ہے؟

(الف) طاقت (ب) عقل (ج) عبادت (د) تقویٰ

IV- مکمل ایمان والے اشخاص کون ہیں؟

(الف) روزہ رکھنے والے (ب) حج کرنے والے

(ج) صدقہ و خیرات کرنے والے (د) اچھے اخلاق والے

4- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

I- اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز .... کے لیے مسخر کر دی ہے۔

II- اسلام نے ایک انسان کے قتل کو .... کا قتل قرار دیا۔

III- بہترین انسان وہ ہے، جو لوگوں کے لیے زیادہ .... ہو۔

IV- ہمیں چاہیے کہ اپنے .... سے انسانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

V- اس شخص پر .... رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ انسان کی عظمت کے بارے میں تین آیات مع ترجمہ چارٹ پر لکھ کر کمرہٴ جماعت میں آویزاں کریں۔

2- طلبہ احترام انسانیت کے متعلق دو احادیث یاد کریں اور جماعت میں ایک دوسرے کو سنائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب جماعت میں مقصدِ تخلیق انسانی کو وضاحت سے بیان کریں۔

2- ''انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے''۔ استاد صاحب اس حوالے سے طلبہ کے مابین تقریری مقابلہ کروائیں۔

ہدایت کے سر چشمے

(1) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب نواسے' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت بھری گود میں پرورش پائی۔

آپؓ 3 شعبان 4 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گود میں لے کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور آپؓ کے منہ میں چوسنے کے لیے اپنی زبان رکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساتویں دن آپؓ کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتروائے، بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور آپؓ کا نام ''حُسین'' رکھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائی عمر اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوشِ شفقت میں بسر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 7 سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ دونوں وصال حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بہت بھاری گزرے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں پرورش پائی۔ جو اسلامی تعلیمات سے نہ صرف پوری طرح واقف تھیں، بلکہ ان پر عمل پیرا بھی۔ اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش ایسے ماحول میں ہوئی جہاں اسلامی تعلیمات کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام ان کی عظمت کی علامت اور انسانی بقا کی ضمانت تھا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھی اسلام کی عملی تصویر تھی۔ اُنھوں نے اپنے دونوں بیٹوں کی تعلیم و تربیت بھی اسی ماحول میں کی۔ اس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن اور جوانی ایسے ماحول میں پروان چڑھی، جس میں اسلام اور اس کی تعلیمات پہلی ترجیح تھیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بھر دعوت و تبلیغِ دین میں مصروف رہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔

فضائل و مناقب:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بے حساب ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔
(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3804)

ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔
(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3795)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں کے سردار ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جنت کے جوانوں کا سردار قرار دیا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3793)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ بارگاہ رسالت میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فرماتے تھے: حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے بیٹے، میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان کو اپنا محبوب بنا، اور جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3794)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور ان دو بچوں سے محبت کرتا ہے اور ان کے والد اور والدہ سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3754)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کبھی گود میں لے کر اور کبھی کندھے پر بٹھا کر باہر نکلتے۔ ان کی معمولی سی تکلیف پر بھی پریشان ہو جاتے اور ان کو دیکھنے کے لیے روزانہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔ بعض اوقات دونوں بچے نماز کی حالت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں آ گئے۔ دونوں بہت کم سن تھے اور لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دیکھا، تو منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی تو ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے

ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں، تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور اپنی بات ادھوری چھوڑتے ہوئے میں نے انہیں اٹھا لیا۔

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3799)

ایک اور موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرے، جس نے حسین سے محبت کی۔

(سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3800)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے سامنے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، میرے بیٹوں کو پاس لاؤ۔ جب وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آئے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں چوما اور سینے سے لگا لیا۔ (سنن ترمذی، مسلسل حدیث نمبر 3797)

شخصی اوصاف:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی تھی، اس لیے آپؓ صورت و سیرت دونوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مشابہ تھے۔ آپؓ مکارم اخلاق کے پیکر تھے۔ آپؓ بچپن ہی سے اصلاح و تعلیم کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث بیان فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مشکل علمی مسائل میں آپؓ سے وقتاً فوقتاً راہنمائی لیتے تھے۔

فضائلِ اخلاق کے اعتبار سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ عبادت ان کا معمول تھا۔ بکثرت نوافل پڑھتے تھے۔ قیام اللیل آپ کا معمول تھا۔ روزے کثرت سے رکھتے اور سادہ غذا سے افطار فرماتے تھے۔ آپؓ نے پچیس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت آسودہ حال تھے، مگر اپنا مال کثرت سے رضائے الٰہی کے لیے حاجت مندوں پر خرچ کرتے تھے۔ کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ بعض مرتبہ غربا کے گھروں میں خود کھانا پہنچاتے تھے۔ قرض دار کا قرض ادا کر دیتے تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھیں۔ لوگ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حسب و نسب کی کرامت و شرافت اور بلندیٔ مرتبہ کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حد درجے کا تواضع و انکسار پایا جاتا تھا۔ عام انسانوں سے بھی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ ایک دفعہ چند مساکین کسی جگہ بیٹھے صدقہ و خیرات سے ملنے والی چیزیں کھا رہے تھے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب سے گذرے، تو اُنہوں نے آپ کو سلام کر کے اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار مناسب نہ

سمجھا اور اُن کے قریب جا بیٹھے، مگر جب اُن لوگوں نے کھانے پر اصرار کیا، تو انہوں نے فرمایا: بھائیو! صدقہ آلِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) پر حرام ہے، مجھے معاف رکھو، میں تو صرف تمہارے ساتھ اس لیے بیٹھ گیا تھا کہ کہیں تمہارا دل نہ ٹوٹ جائے۔ اس کے بعد آپؓ نے اُن سب کو اپنے ہاں بلایا اور جو کچھ گھر میں اُس وقت میسر تھا، سب اُن کو دے دیا۔

آپؓ میں سادگی، زہد و تقویٰ، شجاعت، ایثار اور خوش خُلقی کمال درجے کی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرنے کا مطالبہ کیا۔ جبکہ یزید کا ذاتی کردار اُن تمام اوصاف سے عاری تھا، جو ایک امیر یا خلیفہ کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے مقرر کیے ہیں۔ لہٰذا کسی فاسق و فاجر اور جابر کو بطور خلیفہ تسلیم کرنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عالی مقام ہستی کے لیے ناممکن تھا۔ اس لیے انہوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ یزید ہر حال میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینا چاہتا تھا۔

انہی حالات میں اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی، تاکہ وہاں سے وہ خلافت اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر سکیں۔ آپؓ نے کوفیوں کے خطوط آنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ روانہ کیا، تاکہ وہ اصل صورتِ حال معلوم کریں۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچنے پر بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپؓ نے حضرت ہانی بن عُروہؓ کے گھر قیام کیا۔ حالات سازگار دیکھ کر، اور کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھا۔ یزید نے ان حالات کی بنا پر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ بھیج کر اہلِ کوفہ کو بے حد خوف زدہ کیا، خاص خاص آدمیوں کو قید بھی کر لیا اور حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عُروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کر دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط وصول کیا، تو کوفہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ جانے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی، کیونکہ کوفیوں کا سابقہ طرزِ عمل ان کے سامنے تھا۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی نہ ہوئے اور 3 ذی الحجہ 60ھ کو مکہ معظمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب آپ مقام ثعلبیہ پر پہنچے، تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔ تاہم آپؓ نے اپنا سفر جاری رکھا۔

عبید اللہ بن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے حُر تمیمی کو روانہ کیا۔ اس نے اپنے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے کو گھیرے میں لے لیا اور کہا کہ ہمیں آپؓ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کی بنا پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مختصر قافلہ 2 محرم 61ھ کو کربلا کے میدان میں پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔

دوسرے روز عمر بن سعد بھی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ کربلا میں آ پہنچا۔ عمر بن سعد اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

درمیان متعدد ملاقاتیں ہوئیں، مگر یہ تمام ملاقاتیں بے نتیجہ رہیں، اور عمر بن سعد یزید کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تلوار اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا اور اس نے سات محرم الحرام سے قافلہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی جیسی قدرتی نعمت سے بھی محروم کر دیا۔

عمر بن سعد کی فوج نے 9 محرم کو حملہ کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی، مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات کی مہلت حاصل کی۔ آپؓ اور آپؓ کے 72 ساتھی، رات بھر نماز و دعا اور خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہے۔ رات ختم ہوئی، تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی مختصر سی جماعت کو مرتب کیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ دعا کے بعد سواری طلب کی اور سواری پر بیٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کو دنیا و آخرت کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ اپنے حسب ونسب اور فضائل کا تذکرہ فرمایا۔ اور اپنے حریف کے کردار کی نشاندہی کی۔ تاہم یزیدی فوج نے ان کے خطبہ پر کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ اس کے برعکس عمر بن سعد فوج سے نکل کر سامنے آیا اور پہلا تیر چلایا۔ اس طرح جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

دسویں محرم کی صبح سے ظہر تک یکے بعد دیگرے جان نثارانِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں ایک ایک کر کے آئے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے۔ آپؓ نے اس موقع پر کمال جرأت، ہمت و شجاعت اور پامردی کا مظاہرہ کیا اور نہایت بہادری سے لڑے، یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت آ گیا۔ آپؓ نے نماز ادا کرنا شروع کی اور حالتِ سجدہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عظیم قربانی تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے۔ آپؓ کی یہ عظیم قربانی امت مسلمہ میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ اس واقعہ کا سب سے بڑا اور اہم نتیجہ یہ تھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار حق کا ساتھ دینے والوں کے لیے روشنی کا مینار بن گیا۔ حریت، آزادی اور اعلائے کلمۂ حق کے لیے جب بھی مسلمانوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا، تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کو مشعلِ راہ پایا۔ آپ ہی سے مسلمانوں نے سیکھا کہ جبر و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہونا ہی عین رضائے الٰہی ہے۔ باطل قوتوں کے سامنے سرنگوں نہ ہو کر آپؓ نے حق و انصاف کے اصولوں کی بالا دستی اور خدا کی حاکمیت اعلیٰ کا پرچم بلند کر کے اسلامی روایات کی لاج رکھ لی۔

شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیا جائے۔ باطل قوتوں کی حمایت نہ کی جائے ظلم و استبداد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔ مصائب کا صبر و استقلال سے مقابلہ کیا جائے اور ہر حالت میں نماز ادا کی جائے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- ''حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے'' مثالوں سے واضح کریں۔

II- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

III- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب وفضائل بیان کریں۔

IV- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شخصی اوصاف بیان کریں۔

V- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہمیں کیا پیغام ملتا ہے؟ تحریر کریں۔

2- مختصر جواب دیں.

I- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

II- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

III- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کیوں بھیجا؟

IV- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سن ہجری لکھیں۔

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

(الف) 2 شعبان 4ھ (ب) 5 شعبان 5ھ (ج) 3 شعبان 3ھ (د) 3 شعبان 4ھ

II- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا کس تاریخ کو پہنچے؟

(الف) یکم محرم 61ھ (ب) دو محرم 61ھ (ج) پانچ محرم 61ھ (د) سات محرم 61ھ

III- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی کتنی تعداد تھی؟

(الف) 52 (ب) 62 (ج) 72 (د) 82

IV- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس سپہ سالار کی سرکردگی میں شہید کیے گئے؟

(الف) حر تمیمی (ب) عبداللہ بن زیاد (ج) یزید بن معاویہ (د) عمر بن سعد

FreeBooks.pk

4- درست جملے کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں۔

I- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مشابہ تھے۔

II- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

III- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔

IV- حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ پہنچے تو ہزاروں کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

V- حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ پہنچتے ہی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ کوفہ نہ آئیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی اوصاف کے بارے میں سیر حاصل مضمون لکھیں۔

2- طلبہ شہدائے کربلا کے ناموں کی فہرست تیار کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب جماعت میں نقشہ کی مدد سے مدینہ منورہ تا میدان کربلا کے اہم مقامات کی نشاندہی کریں۔

2- استاد صاحب طلبہ کو مقام اہل بیتؓ سے آگاہ فرمائیں۔

FreeBooks.pk

(2) حضرت ابوعُبیدہ بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام وخاندان:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عامر بن عبداللہ کنیت ابوعبیدہ اور لقب امین الامت تھا جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عطا کیا تھا۔ باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام الجراح تھا۔ ماں کا نام حضرت اُمَیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو مسلمان ہوگئی تھیں اور ان کا شمار صحابیات میں ہوتا ہے۔

قبولِ اسلام:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجرّاح نے اپنی عمر کے اٹھائیسویں سال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت پر اسی دن اسلام قبول کیا، جس روز عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپؓ کا شمار **اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ** میں ہوتا ہے۔ اور آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ **اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ** سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وہ جماعت ہے' جس نے ایمان لانے میں پہل کی اور عشرہ مبشرہ سے مراد وہ دس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کبار ہیں، جنہوں نے ایک ہی مجلس میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے جنتی ہونے کی بشارت پائی۔

ہجرت:

ابتدا میں جو شخص ایمان لاتا، کافر اس کے دشمن ہو جاتے اور اذیتیں دیتے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی انہوں نے بہت ظلم وستم کیے۔ انہوں نے دو مرتبہ ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ آخری مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مؤاخات قائم کی تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات:

(الف) عہد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی، تو ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابرین میں سے تھے، جن کو ہر نوعیت کا کام سونپا جا سکتا تھا۔ تمام غزوات میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہوئے اور محبت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور اطاعتِ الٰہی کا حق ادا کیا۔

غزوۂ احد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افراتفری کے عالم میں بھی ثابت قدم رہے۔ جب ایک کافر کے وار سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خَوْد کی کڑیاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے رخساروں میں دھنس گئیں، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سُرعت سے آگے بڑھے اور اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو اتنے زور سے باہر نکالا کہ خود ان کے اپنے دو دانت شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مشکل وقت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رہے۔

ربیع الاول 6 ہجری میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنو ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم میں کامیابی حاصل کر کے واپس آئے۔ 6 ہجری بیعت رضوان کے موقع پر جب مسلمانوں اور کفار میں معاہدہ تحریر ہوا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر بطور گواہ دستخط کرنے کا شرف حاصل کیا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔

رجب 8 ہجری میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے تین سو مجاہدین پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا کر سیف البحر کی طرف روانہ کیا۔ اس سریّہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نامور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم میں بھی کامیاب ہو کر مدینہ منورہ واپس آئے۔

جب 9 ھ میں یمن سے ایک وفد نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! اسلام کی تعلیم کے لیے کسی کو ہمارے ہمراہ بھیجیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: ہر امت کا امین ہوتا ہے اور یہ میری امت کے امین ہیں۔ انہیں تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، مسلسل حدیث نمبر 2420)

اسی سال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزیئے کی وصولی کے لیے بحرین بھیجا۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے۔

(ب) خلفائے راشدین کے دور میں:

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ 13 ھ کے آغاز میں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام پر لشکر کشی کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ شام کا رخ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حمص کی فتح کے لیے نامزد فرمایا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یرموک سے گزرتے ہوئے پہلے بصرہ شہر کو محاصرے میں لے لیا اور اہل بصرہ سے جزیہ پر صلح ہونے کے بعد دمشق روانہ ہوئے۔ وہاں سب اسلامی فوجیں جمع ہو رہی تھیں تاکہ قیصر کی جنگی تیاریوں کا مقابلہ کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ولید بھی اپنی فوج لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل گئے۔ 13 ھ میں اسلامی فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور سپہ سالارِ اعظم:

دمشق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فرمان جاری کیا، جس کی رو سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کا سپہ سالارِ اعظم مقرر کیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منصب کے فرائض بڑی خوبی سے سرانجام دیئے۔ رومی لشکر کو شکست فاش دی جو فحل کے مقام پر جمع ہو رہا تھا۔ بعد ازاں آگے بڑھ کر بُرج الروم پر قبضہ کر لیا۔ آخر میں حمص اور لاذقیہ بھی فتح کر لیے۔

جنگِ یرموک:

جب رومی شکست پر شکست کھا کر انطاکیہ پہنچے، تو انہوں نے ہرقل سے فریاد کی، کہ عربوں نے سارا شام فتح کر لیا ہے۔ انہیں روکنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ اس پر قیصر روم نے ہر علاقے سے فوج اکٹھی کی، تاکہ حملہ آوروں کی طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص ہی میں تھے کہ انہیں ہرقل کے اس ارادے کی خبر پہنچی۔ لہٰذا باہم مشورہ سے طے پایا، کہ تمام اسلامی فوجیں دمشق میں جمع ہوں؛ چنانچہ حمص خالی کر دیا گیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق روانہ ہوئے اور ساری صورت حال سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کیا، تو جواب ملا کہ اسلامی فوجیں ثابت قدم رہیں۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینان دلایا کہ کمک آ رہی ہے۔ یہ کمک اس وقت پہنچی جب اسلامی فوجیں دمشق سے ہٹ کر دریائے یرموک پر صف آرا تھیں اور جنگ جاری تھی۔ بالآخر جنگ یرموک کا خاتمہ مسلمانوں کی فتح پر ہوا اور ہرقل رومیوں کی شکست فاش اور مسلمانوں کی اس فتح عظیم کی خبر سن کر شام کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ خلافت میں فتح نامہ ارسال کیا۔

فتحِ بیت المقدس:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یرموک کے بعد حلب اور انطاکیہ وغیرہ فتح کیے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ جس کا محاصرہ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص نے کر رکھا تھا۔ بیت المقدس امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد پر مسلمانوں کے حوالے کیا گیا۔ 17 ھ میں عیسائیوں نے حمص پر دوبارہ فوج کشی کی۔ لیکن ناکام رہے۔ یہ آخری معرکہ تھا جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی میں پیش آیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر دینی خدمات:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت امیرِ لشکر اپنی فوجی اور انتظامی ذمے داریوں کے علاوہ اس بات کا خاص طور پر

FreeBooks.pk

خیال رکھا کہ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ رہیں۔ چنانچہ انہوں نے مفتوحہ شہروں میں حلقہ ہائے درس قائم کیے۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور شریعت کے احکام سکھاتے تھے۔

18 ہجری میں جب عرب میں قحط پڑا' تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر طرف سے امداد طلب کی۔ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ غلے سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر خود بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات:

18 ھ شام میں طاعون کی وبا پھیلی۔ بے شمار لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ فوجوں کو مرطوب مقامات سے ہٹا کر بلند اور صحت بخش مقام کی طرف لے جاؤ' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوجوں کو جابیہ منتقل کر دیا۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مرض طاعون کا اثر ہو چکا تھا' چنانچہ اسی میں انتقال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت اٹھاون برس تھی۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبل نے تجہیز و تکفین کی اور بڑی پر اثر تقریر فرمائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج ہم میں سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا ہے۔ جس سے زیادہ صاحبِ عدل، کینہ پروری سے پاک، سیر چشم اور مخلوق کے لیے خیر خواہ، اللہ کی قسم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ **(الاصابة فی تمییز الصحابة، ابن حجر العسقلانی جلد3، صفحہ 478)**

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے، جن کی طبعی صلاحیتیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کے فیضِ تربیت سے اور زیادہ نکھر گئی تھیں۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو ان کی ذات پر بہت اعتماد تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست راست تھے۔ سیاسی اور اجتماعی معاملات میں بھی ان کی شخصیت کو بڑا عمل دخل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص تھے اور وہ آپ کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں سے ہمیشہ مطمئن رہے۔ فاتحِ شام اور فاتحِ بیت المقدس ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقیرانہ زندگی گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس تشریف لائے، تو ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمائش کر کے ان کے ہاں کھانا کھایا۔ جس میں صرف چند سوکھے ہوئے روٹی کے ٹکڑے تھے۔ جن کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی سے بھگو کر کھایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شام میں آ کر سب ہی بدل گئے، لیکن ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ایک تم ہو کہ ویسے کے ویسے ہی ہو۔ ایک اور موقعہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''الحمدللہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی نظر میں سیم و زر کی کچھ حقیقت نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

مشق

1- تفصیلی جواب دیں۔

I- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے عہد نبوی میں ان کی جنگی خدمات واضح کریں۔

II- خلفائے راشدین کے دور میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدماتِ اسلام لکھیں۔

III- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

IV- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات پر روشنی ڈالیں۔

2- مختصر جواب دیں۔

I- ''اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' سے کیا مراد ہے؟

II- عشرہ مبشرہ سے کیا مراد ہے؟

III- عشرہ مبشرہ میں کوئی سے تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لکھیں۔

IV- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی ہجرتیں کیں۔

V- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو دانت کس غزوہ میں شہید ہوئے اور کیسے؟

VI- حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے 9 ہجری کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس علاقے کا معلم بنایا؟

3- درست جواب کا انتخاب کریں۔

I- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا نام ہے؟

(الف) عبداللہ (ب) عامر (ج) عُمیر (د) عمران

II- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اسلام قبول کرنے کے وقت کتنی تھی؟

(الف) 20 سال (ب) 25 سال (ج) 28 سال (د) 30 سال

III- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس سن ہجری میں وفات پا گئے۔

(الف) 10 ہجری (ب) 11 ہجری (ج) 12 ہجری (د) 13 ہجری

IV- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال کب ہوا؟

(الف) 17 ہجری (ب) 18 ہجری (ج) 19 ہجری (د) 20 ہجری

V- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجہیز و تکفین کس نے کی؟

(الف) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبل

(ج) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عاص (د) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4- درست جملے کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں۔

I- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امین الامت کا لقب عطا کیا۔

II- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مسلمان ہو گئی تھیں۔

III- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے بعد ایمان لائے۔

IV- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔

V- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں شرکت نہ کر سکے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

1- طلبہ حضرت ابوعبید، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے بارے میں تقریری مقابلہ کا اہتمام کریں۔

2- طلبہ استاد صاحب کی مدد سے عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی اپنی کاپیوں میں لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

1- استاد صاحب جماعت میں تختہ سیاہ کی مدد سے مدینہ منورہ تا بیت المقدس کے اہم مقامات کی وضاحت کریں۔

2- استاد صاحب طلبہ کو "اَلسّٰابِقُوْنَ الْاَ وَّلُوْن" کے بارے میں آگاہ کریں۔

❁❁❁

"تعلیم پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دُنیا اتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ تعلیمی میدان میں مطلوبہ پیش رفت کے بغیر ہم نہ صرف اقوامِ عالم سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہمارا نام و نشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے"

قائداعظم محمد علی جناحؒ، بانیِ پاکستان
(26 ستمبر 1947ء۔ کراچی)

قومی ترانہ

پاک سر زمین شاد باد　　کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سر زمین کا نِظام　　قُوتِ اخُوتِ عوام
قوم مُلک سلطنت　　پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد
پرچمِ ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

66233

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، وفاقی وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان کے منظور کردہ قومی نصاب کے مطابق معیاری اور سستی کُتب تیار کر کے مہیا کرتا ہے۔ اگر ان کُتب میں کوئی تصور وضاحت طلب ہو، متن اور املا وغیرہ میں کوئی غلطی ہو تو گزارش ہے کہ اپنی آراء سے آگاہ فرمائیں۔ ادارہ آپ کا شکر گزار ہوگا۔

چیئرمین
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،
21-ای II۔ گلبرگ III لاہور۔

فیکس نمبر: 042-99230679
ای میل: chairmanptb@yahoo.com
ویب سائٹ: www.ptb.gop.pk

Cover Printed by DOTCARE (Pvt.) Ltd. www.dotcare.com

Designed & Created By : ART CELL PTB.